2

قـال عليه السَّـلام : أَمَرَنِيْ رَبِّيْ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِيْرِ وَالأَوْثَانِ وَالصَّلِيْبِ

الحمدللہ العلام کہ دریں اَیام سعادت فرجام بہ تائید اہل اِسلام رسالہ ہدایت اَنجام مسمّٰی بہ

مخرجِ عقائدِ نوری

{۱۲۹۴ھ}

محق المعازف وصلب نغمۂ طنبوري

{1877ء}

-: تالیف منیف :-

عالم باعمل، فاضل بے بدل، خوش تحریر وتقریر مولوی غلام دستگیر ہاشمی قصوری

{درسنہ۱۸۷۸ء}

درمطبع سوسائٹی واقع بلدہ بریلی محلّہ ساہوکارہ باہتمام منشی اجودھیاپرشادصاحب منطبع کردید


الحمد للہ العلام کہ درین ایام سعادت فرجام تائید اہل اسلام رسالہ ہوا انجام مسمّٰی بہ

مخرج عقائد نوری

تالیف منیف عالم باعمل فاضل بے بدیل خوش تحریر خوش تقریر مولوی محمد غلام دستگیر ہاشمی قصوری

در مطبع سوسائٹی واقع بریلی محلہ ساہوکارہ

باہتمام منشی اجودھیا پرشاد صاحب مہتمم مطبع

[باہتمام منشی اجودھیا پرشاد، مطبع سوسائٹی، بریلی سے شائع شدہ نسخے کا سرورق]

تقریظ

مولوی محمد یعقوب علی خان صاحب بریلوی

باسمہ سبحانہ تعالی شانہ

پادری عماد الدین کے سوالات کے اجوبہ جو مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب نے تحریر کیے ہیں۔ از اول تا آخر اس خاکسار نے دیکھے۔ فی الواقع شامل ہیں عبارات پراز متانت پر لائق اسکاتِ طرف مخالف اور قابل اس کے قبول کے ہر آئینہ اس کی اشاعت موجب تائید شرح مبین متصور ہے جو اہل اسلام سے اس رسالہ کے طبع میں بذلِ ہمت فرمائیں گے خالی از ثوابِ عظیم و اجر فخیم نہیں ہے۔

محمد یعقوب علی عفی عنہ

تقریظ

مولوی محمد نقی علی خان صاحب و مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی رسولہ الکریم

عالم باعمل مولوی غلام دستگیر صاحب نے حسب استدعا پادری عماد الدین خاتم جواب کو خصوص فصوص نصوص قرآنیہ و آیات بیناتِ فرقانیہ سے مزین و محلّٰی کیا اور اس کا کاسۂ سوال بانجاح ماموِل و اعطاے مسئول بھر دیا۔ اس رسالہ کا منطبع ہو کر بلا قیمت مشتہر اور اہل اسلام میں منتشر ہونا باعث تائید دین متین و تقویت شرعِ مبین ہے جو صاحب اس میں ہمت فرمائیں ان کے لیے ثوابِ جمیل

اوراجرجزیل۔

محمد نقی علی خان ولد مولوی رضا علی خان

احمد رضا خان ولد مولوی محمد نقی علی خان

تقریظ

مولوی نواب محمد عبدالعزیز خان صاحب بریلوی متخلص بہ عزیزؔ

شائقانِ علم کلام کونوید ہے اور باشانِ اصولِ عقائدکومژدہ حصول امید ہے کہ سندالمتکلمین سید المتورعین جناب مولوی غلام دستگیر صاحب ہاشمی نے ایک رسالہ عجیب وغریب تالیف فرمایا۔ پادری عماد الدین کے نغمۂ طنبوری کوصوتِ حمیر بنایا۔ یک گز دو فاختہ کا مضمون صادق آیا۔ادھرتو عیسائیوں کوالزام ہوا ادھرحضراتِ امامیہ کے مطاعن کا قصہ تمام ہوا۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی عموماً اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عصمت و شفاعت خصوصاً دلائل تحقیقی سے ثابت فرمائی۔ بھکے ہوؤں کوراہِ حق دکھائی۔ کیوں نہ ہو جناب ممدوح کی ذات بابرکات ایسی ہی ہے جس سے زمانہ ہدایت پاتا ہے۔گمراہ راہ پرآتا ہے۔ جب سے بریلی میں ورود ہوا ہے اَثر خیروبرکت کا نمود ہوا ہے۔خشک سالی کے آثار نمودار تھے، حیوان اور انسان مصیبت میں گرفتار تھے، حضرت نے نمازِ استسقاء باجماعت ادا فرمائی رحمت الٰہی نے تاثیر اجابت دکھائی۔ بہت سے اہل حاجت کے مطلب برآئے ،آرزومندوں نے نقودِ مراد پائے۔امید ہے کہ یہ رسالہ مقبول ہواوراہل مطبع کوبھی ثواب اعانت کا حصول ہو۔فقط

بقلم نیاز رقم فقیر غلام نبی فیروز پوری تقاریظ نوشتہ شد ۱۸۷۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ رَسُوْلِکَ وَ عَلَی الْمُؤمِنِیْنَ وَ الْمُؤمِنَاتِ وَعَلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ کُلَّمَا غَفِلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الغَافِلُوْنَ .

اے خداوند بے مثل و مانند و بے زن وفرزند! تُو وہ واحد لاشریک ہے کہ تیری یگانگی پر نقل اور عقل دونوں شاہد عدل ہیں، پس جس نے تیرے لیے کوئی ضد و نِد قرار دیا تو تیری مقدس کتاب نے اس کو بھاری بے سمجھوں میں داخل کیا :

وَ جَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَھُمْ وَ خَرَقُوْا لَہٗ بَنِیْنَ وَ بَنٰتٍ بِغَیْرِ عِلْمٍ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ . بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰی یَکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَکُنْ لَّہٗ صٰحِبَۃٌ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَ ھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ o (۱)

اور جو تیری پاک کتاب پر ایمان لائے ان کو یہ صلہ دیا :

اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o (۲)

پس ہم سارے مومنین کلہم اجمعین تیری وحدانیت کی شہادت دے کر تیرے اس رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرماں بردار و جان نثار اور اس پر قربان وشب و روز اس کے ثنا خوان ہیں جس کے حق میں تیرا قرآن کریم وفرقان عظیم یہ حکم دے رہا ہے :

(۱) اور مقرر کیے کافروں نے خدا کے لیے شریک جن کی قسم سے حالانکہ خدا نے ان کو پیدا کیا اور بنا لیے خدا کے لیے اولاد اور بے علمی سے خدا پاک اور بلند ہے ان کی باتوں سے پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا کیوں کر ہو اس کے لیے اولاد حالانکہ اس کی جورو نہیں اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر چیز کا اسے علم ۔۱۲ (پارہ۷، الانعام:۱۰۱۔۱۰۰)

(۲) وہ لوگ ہدایت پر ہیں اپنے رب سے اور یہی نجات پائیں گے۔۱۲ (پارہ۱، البقرۃ:۵)

اِنَّـآ اَرْسَلْنٰکَ شٰهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلاً o (۱)

اس اُمید سے کہ اسی اَمر پر ہمارا خاتمہ فرما اور حشر کو اس کے جھنڈے کے تلے اٹھا۔

وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا o (۲)

امابعد! ان دنوں میں ایک رسالہ نغمۂ طنبوری نامی احقر الانام حقیر غلام دستگیر ہاشمی کی نظر سے گذرا دریافت ہوا کہ پادری عماد الدین صاحب نے مولوی سید علی محمد صاحب مجتہد لکھنؤ کی خدمت میں اصولِ عقائد اسلامیہ کے چودہ (۱۴) سوال بدیں غرض پیش کیے تھے کہ ان کا جواب قرآن سے ملے۔ مجتہد صاحب کی جانب سے جواب باصواب نہ ملنے کے سبب پادری صاحب نے اس کا جواب الجواب لکھ کر چھپوایا، نغمۂ طنبوری کے نام سے مشتہر کرایا۔ اس کے دیکھنے سے حقیر کو غیرتِ اسلامی نے اظہارِ حق پر اٹھایا سو خداوند کریم کی توفیق سے سارے جواب تحقیقی قرآن مجید سے لکھے گئے بموجب منشا پادری صاحب کے پورا اِلتزام ہوا کہ نہ کوئی جواب الزامی ہے اور نہ کہیں حدیث شریف حامی ہے۔ چونکہ میری یہ دل سوزی و کارسازی محض بنظر اعلاے کلمۃ اللہ وابتغاءً لمرضاتِ اللہ ہے، اس لیے یقین ہے کہ جناب الٰہی میں منظور و مقبول ہوگی اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی پذیرا ہوکر سبب حصول مامول ہوگی۔ اور یہ بھی غالب ہے کہ اس کو دیکھ کر منصف پسند کریں گے اور -ان شاء اللہ العزیز- مخالف بھی اس پر حرف نہ دھریں گے۔ **وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه أنيب .**

مقصود کے بیان سے پہلے کئی اَمر ضروریُ العرض ہیں :

اول: یہ کہ جو اکثر اعتراضات پادری صاحبان ہماری شریعت پر کرتے ہیں تو علماے اسلام وارد ہونا انہیں اعتراضات کا شرع موسوی وعیسوی پر ثابت کر کے لکھتے ہیں کہ اس میں جو آپ کا جواب ہے ہماری طرف سے بھی وہی فصل الخطاب ہے، سو ان الزامی جوابوں سے یہ لوگ ناچار ہوکر

---

(۱) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاظر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔ (پارہ ۲۶، الفتح: ۹-۸)

(۲) یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (پارہ ۵، النسآء: ۶۹)

تحقیقی جوابوں کے طلب گار ہوتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمان تحقیقی جواب نہیں دے سکتے ہیں۔سو حقیر نے اس رسالہ میں تمام تحقیقی جواب دیے ہیں اور باوصف یہ کہ بہت الزامی جواب موجود تھے وہ پیش نہیں کیے ہیں تاکہ پادری صاحبان اس کے پڑھنے میں تعلل نہ کریں بلکہ اول سے آخر تک پڑھیں۔

دوم: یہ کہ پادری صاحبان اپنے رسائل ردوقدح اسلام میں سرورعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان والا میں کچھ کلمات ناشائستہ والفاظ نابائستہ لکھتے ہیں تو ان کے جواب میں بہ مقتضاے حمیت اسلامی علماے اسلام بھی کسی قدر سخت کلامی سے پیش آتے ہیں تو عیسائی بدیں دستاویز کہ مسلمان گالیاں نکالتے ہیں ان کے جوابوں کے دیکھنے سے دست بردار و بیزار ہو جاتے ہیں، اس لیے حقیر نے اس اپنی تحریر میں کوئی سخت وسست کلمہ نہیں لکھا ہے، تاکہ اس کے ملاحظہ سے اِعراض نہ فرمائیں، وہ عذر زبان پر نہ لائیں اور اِستفادہ سے محروم نہ رہ جائیں۔

سوم: چونکہ پادری صاحب نے سوال (۱۱) میں لکھا ہے کہ سورہ اور آیت کا نشان بتلا کر اور اس کے معنی کسی معتبر تفسیر سے لکھ دیں اس واسطے تمام جوابوں میں آیات قرآنی پتہ وار لکھی گئی ہیں چنانچہ پہلے سورہ کا نام اور ہندسیہ کے پیچھے سیپارہ کا (س) اور پاؤ کی (پ) اور رکوع کی (ر) لکھ کر مراد اور ترجمہ بھی ایسا تحریر کیا ہے جو ان چاروں تفسیروں میں سے مطابق ہے جن کا نام سوال (۸) میں پادری صاحب نے لکھا ہے تاکہ سنبھال اور پڑتال میں دقت نہ اٹھائیں اور اگر اس کے جواب میں کچھ تحریر فرمائیں تو بخوبی سمجھ سوچ کر منصفانہ قلم فرسائی پر ہاتھ اٹھائیں اور ناحقہ تصدیع نہ بڑھائیں کیونکہ راقم جدال اور بیہودہ قیل وقال سے ناراض ہے صرف اظہارِ حق کا مرتاض ہے۔

چہارم: یہ کہ جو جواب مجتہد صاحب نے لکھے ہیں اور ان کا رد پادری صاحب نے کیا ہے وہ بھی مناسب مقام پر اس رسالہ کے حاشیہ میں لکھ دیا ہے اور نیز جہاں پادری صاحب کے جواب الجواب میں کچھ خلل تھا اس کا جواب بھی حاشیہ یا متن میں لکھا گیا ہے، تاکہ ناظرین دیکھ لیں کہ جہاں مجتہد صاحب اور پادری صاحب نے کہا تھا کہ اس کا جواب قرآن میں نہیں، یا-معاذ اللہ- جہاں مجتہد صاحب گھبرا کر بول اٹھے تھے کہ نظم قرآنی قابل اعتبار نہیں ہے تو وہاں پر کیسے صراحۃً و وضاحۃً آیاتِ قرآنی سے جواب باصواب لکھے گئے ہیں۔ نیز ان کے جواب نجات وغیرہ سے اس

رسالہ کے جوابات کو جب مقابلہ کریں گے تو لامحالہ حوالۂ زبان ہوگا۔

جمیع العلم فی القرآن لکن

تقاصر عنه أفهـــام الـــرجال

اور مرادِ حقیر کی اس تحریر سے اپنی تعلّی یا اظہارِ فضل وکمال نہیں ہے بلکہ صرف غرض یہ ہے کہ خدا کے بندے حق اور باطل میں اِمتیاز کر کے اِتباعِ حق کریں۔

اللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ

وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ

اب یہاں پر میں اس دعا سے کہ **رَبَّنَـا افْتَـحْ بَيْـنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ** تبرک حاصل کر کے مقصود میں شروع کرتا ہوں۔

سوالِ اوّل

انسان کی نجات قیامت کے روز کیوں کر ہوگی، آیا صرف اعمال حسنہ کے سبب سے یا کسی شفیع کی شفاعت سے یا اعمال حسنہ وشفاعت شفیع کے اجتماع سے؟۔

جواب(۱)

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: مدارِنجات اعمالِ حسنہ پر ہے اور اسی طرح اعمال قبیحہ موجب عذابِ اُخروی ہیں چنانچہ قرآن میں ہے :
فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۔[تو جوایک ذرّہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جوایک ذرّہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔ پارہ ۳۰، الزلزلۃ: ۸۔۷] لیکن احادیث مستفیضہ و متکاثرہ سے ثابت ہے کہ گناہ تین قسم ہیں: پہلے وہ گناہ کہ قابل بخشش نہ ہوں اور وہ شرک وغیرہ ہے۔ دوسرے وہ گناہ کہ امکانِ بخشش اس میں ہو لیکن بمقتضاے عدلِ الٰہی مرتکب ان کا ماخوذ ہو اور وہ گناہانِ کبیرہ ہیں مثلاً قتل نفس اور زنا وغیرہ۔ تیسرے وہ گناہ کہ متروک ومعفون ہوں اور وہ صغائر ہیں کہ خودبخود معاف ہوجاتے ہیں...

اِنسان کی نجات قیامت کے دن ایمان کے سوا نہ ہوگی پس اگر ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ ہیں تو فضل الٰہی سے بھی ذریعہ نجات کا ہوں گے، ورنہ باری تعالیٰ کا عفو یا شفیع کی شفاعت نجات کا وسیلہ ہوگی اس پر آیاتِ قرآنی تفصیل جمیل سے ذکر کی جاتی ہیں :

سورۂ عمران (۳س) ۳پ (۲ر) میں فرمایا ہے :

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ o (سورۂ آل عمران:۳/۶۴)

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اہل کتاب کو کہہ دو کہ تم آؤ طرف ایک بات کی کہ برابر ہے ہمارے اور تمہارے درمیان، یہ کہ نہ عبادت کریں مگر اللہ کی اور نہ شریک بنائیں اس کے ساتھ کسی چیز کو اور نہ پکڑیں بعض ہم سے بعضوں کو پروردگار اللہ کے سوا پس اگر

(بقیہ)...بدلے اعمال حسنہ کے۔ وَ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ [بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ پارہ۱۲، ھود:۱۱۴] اور بدلیل اخبار عترت اطہار اور اجماع اہل اسلام شفاعت جناب رسالت مآب متعلق دوسری قسم کے گناہوں کے ہے یعنی اگرچہ نظر بنفس گناہ مقتضی عدل تعذیب تھا لیکن بنظر شفاعت جناب رسالت مآب کے کہ کمال متاعب راہ خدا میں انہوں نے اٹھائے، مقتضائے عدل عفو ہو جائے گا اور اسی طرح اظہار فضیلت نبی اور انبیائے سابقین پر مقتضی قبول شفاعت کا ان کے ہے البتہ جو گناہ کہ متعلق غیر ہیں ان میں رضا مندی ان کی درکار ہوگی۔ فقط

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: پہلے سوال کا جواب آپ نے یہ دیا کہ مدار نجات انسان اعمال حسنہ پر ہے اور اثبات اس کا آپ نے قرآن سے کیا اس بات کو میں قبول کرتا ہوں کہ یہ درست ہے، لیکن اس کے سوا جو آپ نے احادیث سے تین قسم کے گناہ بیان کیے اور ان میں سے ایک قسم کے گناہوں کی شفاعت آنحضرت کے ذمہ لگائی اور اس کا ثبوت قرآن سے نہیں دیا پس وہ حدیثیں جو قرآن کے مخالف ہیں اُن کا کیا اعتبار رہے بلکہ رد کرنے کے لائق ہیں کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ اعمال حسنہ پر نجات ہے۔ حدیثیں کہتی ہیں کہ آنحضرت کی شفاعت پر نجات ہے تو احادیث بے قرآن کی تکذیب کے ان کو کون قبول کر سکتا ہے۔ فقط

حقیر (غلام دستگیر قصوری) کہتا ہے کہ آیت و من یعمل الخ سے ہرگز ثابت نہیں ہے کہ مدار نجات اعمال حسنہ پر ہے بلکہ جزا و سزا کا صرف بیان ہے اور احادیث شفاعت کو منافی قرآن جاننا خلاف واقعہ ہے، کیونکہ قرآن سے شفاعت ثابت ہے جیسا کہ جواب سوال سوم میں آئے گا۔ اگر مجتہد صاحب نہ بیان کر سکے تو کیا مضائقہ، قرآن میں تو سب کچھ موجود ہے جیسا کہ جوابات میں رسالہ ہذا سے معلوم ہو جائے گا۔۱۲

پھر جائیں یعنی اہل کتاب یہ بات نہ مانیں پس تم کہہ دو کہ گواہ رہواس پر کہ بےشک ہم مسلمان یعنی فرماں بردار ہیں۔

اور سورۂ نساء۵س۴پ۳رمیں ہے :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا٥ (سورۂ نساء:۱۳۶/۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول یعنی آخرالزمان (ﷺ) پر اور اس کی کتاب پر جو اُتاری ہے اپنے رسول پر یعنی قرآن اور کتاب جو اُتاری ہے پہلے اور جو نہ مانے گا خدا اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں کو اور دن قیامت کو پس تحقیق گمراہ ہوا گمراہی دُور۔

اور سورۂ اعراف (۹س)(۲پ)(۳،۴ر) میں ہے :

قَالَ عَذَابِیْۤ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ٥ (سورۂ اعراف:۱۵۶/۷)

ترجمہ: خدا نے کہا میرا عذاب پہنچا تا ہوں وہ، جس کو چاہتا ہوں اور میری رحمت نے سما لیا، ہر چیز کو پس میں ضرور لکھوں گا وہ رحمت ان کے لیے جو خدا سے ڈرتے ہیں اور زکوۃ

دیتے ہیں اور جولوگ کہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں رسول کی جو نبی امی ہیں وہ نبی امی کہ پاتے ہیں اس کا ذکر لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں ۔امر کرتا ہے وہ رسول ان کو نیکیوں کا اور منع کرتا ہے بدیوں سے اور ان کے لیے حلال کرتا ہے پاکیزہ چیزیں اور ان پر حرام کرتا ہے ناپاک چیزیں اور ان کے بوجھ ان سے اتار دیتا ہے اور طوق جو تھے ان پر پس وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں نبی امی پر اور اس کو قوت دیتے اور مدد دیتے اور پیروی کرتے ہیں نور کی جو اتارا گیا ہے اس کے ساتھ یہی لوگ نجات پانے والے ہیں کہہ دے یا محمد اے لوگو! تحقیق میں اللہ کا پیغمبر ہوں تم سب کی طرف وہ اللہ کہ اسی کے واسطے ہے بادشاہت آسمانوں اور زمینوں کی، نہیں کوئی معبود مگر وہی کہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ پس تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول نبی ان پڑھ (یعنی ناخواندہ) پر جو ایمان رکھتا ہے خدا اور اس کی کتابوں پر اور تم سب پیروی کرو اسی نبی ان پڑھ (ناخواندہ) کی تب تم راہ پاؤ گے۔

اب نظر بمزید تصریح اس جواب میں تشریح کر کے لکھا جاتا ہے کہ انسان دو قسم ہیں: کافر و مومن جیسا کہ سورۂ تغابن (۲۸ س)(۳ پ) میں ہے :

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ٥ (سورۂ تغابن:۶۴/۲)

یعنی خدا نے تم کو پیدا کیا پس بعض تم میں سے کافر ہو گئے اور بعض مومن۔

اور پھر منافق و مشرک بھی ہم سلک کفار ہیں تو آدمی چار قسم ہوئے کافر، منافق، مشرک، مومن۔

پس پہلے تینوں فریق نجاتِ اُخروی سے قطعاً محروم ہیں جیسا کہ سورۂ لم یکن (۳۰ س) (۴ پ) میں ہے :

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا٥ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ٥ (سورۂ بینہ:۹۸/۶)

ترجمہ: تحقیق وہ لوگ جو کافر ہوتے ہیں اہل کتاب سے اور مشرکین دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں یہ لوگ ساری خلقت کے بدتر ہیں۔

اورسورۂ نساء(۵س)(۴پ)(۳ر)میں ہے :

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا o (سورۂ نساء:۴/۱۳۷)

ترجمہ: تحقیق جولوگ کہ ایمان لاتے ہیں پھر کافر ہوتے ہیں پھر ایمان لاتے ہیں پھر کافر ہوتے ہیں پھر زیادتی کرتے ہیں کفر میں، اُن کوخدا نہ بخشے گا اور نہ سیدھے راستہ کی ہدایت کرے گا۔

اوراس آیت سے آٹھویں آیت یہ ہے :

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا o (سورۂ نساء:۴/۱۴۵)

ترجمہ: تحقیق منافقین نیچے کے طبقۂ دوزخ میں ہیں اورتو ہرگز نہ پائے گا ان کے لیے کوئی مددگار۔

اور چوتھا فرقۂ مومنین ناجی ہیں چنانچہ سورۂ لم یکن میں ہے :

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ o (سورۂ بینہ:۹۸/۸)

ترجمہ: تحقیق وہ لوگ جوایمان لاتے ہیں اورنیک کام کرتے ہیں وہ لوگ سب خلق سے بہتر ہیں ان کا بدلہ خدا کے نزدیک بہشتیں عدن ہیں کہ ان کے نیچے جاری ہوتی ہیں نہریں ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے، یہ اس کے لیے ہے جوخدا سے ڈرے۔

اب جاننا چاہیے کہ ان مومنین سے جولوگ گناہوں سے معصوم یا محفوظ ہیں تو وہ سب فضل الٰہی سے ناجی وجنتی ہیں اصل نجات میں شفیع کی شفاعت کے محتاج نہیں ہیں جیسا کہ سورۂ انعام (۷س)(۴پ)(۲ر)میں ہے :

وَ تِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ اِنَّ

رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ کُلًّا هَدَیْنَا وَ نُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ وَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ وَ زَکَرِیَّا وَ یَحْیٰی وَ عِیْسٰی وَ اِلْیَاسَ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًا وَ کُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ o (سورۂ انعام:۸۶،۸۷/۶)

ترجمہ: اور یہ ہماری دلیل ہے ہم نے دی تھی ابراہیم کو کہ غالب آئے اپنی قوم پر ہم بلند کرتے ہیں درجے جس کے چاہتے ہیں بے شک تیرا رب حکمت والا علم والا ہے اور ہم نے دیا ابراہیم کو اسحٰق بیٹا اور یعقوب پوتا، سب کو ہم نے ہدایت کی اور نوح کو ہم نے ہدایت کی اس سے پہلے اور ہم نے ہدایت کی اولاد نوح سے داود وسلیمان وایوب و یوسف وموسیٰ و ہارون کو اور ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو اور ہم نے ہدایت کی زکریا و یحییٰ وعیسیٰ والیاس کو، یہ سب کامل نیکو کاروں سے ہیں اور ہم نے ہدایت کی اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ان سب کو بزرگ کیا تمام جہان والوں پر۔

اور سورۂ انبیاء (۱۷س)(۲پ)(۳ر) میں ہے :

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓی اُولٰٓئِکَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَ تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ هٰذَا یَوْمُکُمُ الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ o (سورۂ انبیاء:۱۰۱/۲۱-۱۰۲)

ترجمہ: تحقیق وہ لوگ کہ پہلے ہو چکا ہے ان کے لیے ہماری طرف سے نیک وعدہ یعنی انبیا وغیرہ مبشرین بالجنۃ وہ لوگ دوزخ سے دور کیے گئے ہیں دوزخ کا کھٹکا بھی نہ سنیں گے اور وہ ان چیزوں میں کہ ان کے نفسوں کو مرغوب ہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں ان کو بڑا خوف غمگین نہ کرے گا اور ان سے ملاقات کریں گے فرشتے اور کہیں گے یہ وہ دن ہے کہ جس کا تم وعدہ کیے جاتے تھے۔

اور سورۂ توبہ (۱۱س)(۱پ)(۲ر) میں ہے :

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسٰنٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o (سورۂ توبہ:۹/۱۰۰)

ترجمہ: اور وہ لوگ کہ پہلے ایمان لانے والے ہیں مہاجرین اور انصار میں سے اور وہ لوگ کہ ان کے پیرو ہیں ایمان اور نیکی سے خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں اور خدا نے تیار کی ہیں ان کے لیے بہشتیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ رہنے والی ہیں ان میں یہ بڑا مقصود حاصل ہونا ہے۔

اور سورۂ فتح (۲۶س)(۳پ)(ا۔ر) میں ہے :

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثٰبَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا o (سورۂ فتح:۴۸/۱۸)

ترجمہ: البتہ بے شک خدا راضی ہوا مسلمانوں سے جب تجھ سے انہوں نے بیعت کی درخت کے نیچے پس خدا نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا یعنی اخلاص سے پس خدا نے اتاری تسکین اور ان کو بدلہ دیا فتح قریب کا۔

اور سورۂ احزاب (۲۲س)(اپ)(ار) میں ہے :

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا o

(سورۂ احزاب:۳۳/۳۳)

ترجمہ: اس کے سوا نہیں ہے کہ خدا چاہتا ہے کہ تم سے دُور کرے پلیدی اے پیغمبر کے گھر والو اور تم کو پاک کرے خوب پاک کرنا۔

اور جو لوگ کہ ایمان و اعمال صالحہ کے ساتھ کبائر گناہ نہیں کرتے اور صغیرہ گناہ ان سے سرزد ہو جاتا ہے تو وہ بھی بفضلہٖ تعالیٰ مغفور وناجی ہیں (اگرچہ صغائر پر مواخذہ جائز ہے۔۱۲) جیسا کہ سورۂ نساء (۵س)(اپ)(۲ر) میں ہے :

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا o (سورۂ نساء:۴/۳۱)

ترجمہ: اگر تم بچو گے بڑے گناہوں سے کہ جن سے تم کو نہی کی گئی ہے تو دُور کر دیں گے تم سے چھوٹے گناہ اور داخل کر دیں گے تم کو عزت والی جگہ یعنی بہشت میں۔

اور سورۂ تغابن (۲۸س)(۴پ)(ار) میں ہے :

وَ مَنۡ یُّؤۡمِنۡ بِاللّٰہِ وَ یَعۡمَلۡ صٰلِحًا یُّکَفِّرۡ عَنۡہُ سَیِّاٰتِہٖ وَ یُدۡخِلۡہُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ o (سورۂ تغابن:۹/۶۴)

ترجمہ: اور جو کوئی ایمان لائے خدا پر اور اچھے کام کرے تو خدا اس کے گناہ دور کرے گا اور اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑے مقصود کو پہنچنا ہے۔

اور جو مومنین صغیرہ کبیرہ گناہ نیکیوں کے ساتھ رکھتے ہیں اگر چہ ان کو مواخذہ بقدر گناہ مقتضائے عدل سے تھا مگر غالباً ان کے لیے بھی نجات ہے خواہ بہ محض فضل الٰہی یا با شفاعت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

سورۂ توبہ (۱۱س)(اپ)(ار) میں ہے(۱) :

وَ اٰخَرُوۡنَ اعۡتَرَفُوۡا بِذُنُوۡبِہِمۡ خَلَطُوۡا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا عَسَی اللّٰہُ اَنۡ یَّتُوۡبَ عَلَیۡہِمۡ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ o (سورۂ توبہ:۱۰۲/۹)

ترجمہ: اور دوسرے لوگوں نے اقرار کیا اپنے گناہوں کا، ملایا نیک کام اور کچھ بُرا، قریب ہے کہ خدا اُن پر رجوع کرے گا رحمت سے، تحقیق خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

اور جو لوگ ایمان کے سوا اور کوئی نیکی نہیں رکھتے ہیں اور گناہ ہر قسم کے کرتے ہیں تو یہ لوگ اگر چہ ایمان کی برکت سے خلودِ نار سے محفوظ ہیں مگر مشیت الٰہی میں ہیں، چاہے تو ان کو اپنے فضل یا کسی شفیع کی شفاعت سے بخش دے یا بامقدار گناہ سزا دے کر آخر الامر ایمان کی برکت سے نجات دے۔

سورۂ نساء (۵س)(اپ)(۴ر) میں ہے :

---

(۱) یہاں آیت نقل کرتے ہوئے مصنف یا کاتب سے سہو ہوا، چنانچہ اصل کتاب میں مذکورہ بالا آیت کا حوالہ لکھتے ہوئے سورۂ توبہ کی بجائے سورۂ یونس لکھا ہے۔ مرتبین

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ o (سورۂ نساء:۴/۴۸ ، ۱۱۶)

ترجمہ: تحقیق خدانہیں بخشتا ہے کہ کسی کو اس سے شریک کیا جائے اور بخش دیتا ہے کم شرک سے جس کو چاہتا ہے۔

اب حاصل یہ نکلا کہ جو لوگ ایمان اور اعمالِ صالحہ (یعنی نیک) رکھتے ہیں تو وہ باطاعت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم مغفور ہوں گے اور جو لوگ ایمان واعمال طالحہ (یعنی بد) رکھتے ہیں یہ مومنین بھی خواہ خدا کے فضل سے یا شفیع کی نیکیوں یعنی اس کی شفاعت سے ابتداء یا انتہاء نجات پا کر مسرور ہوں گے۔

تنبیہ: شفاعت کی سندیں جواب سوال ۳ ،۴، ۵ میں آئیں گی۔ اب اگر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ قرآن میں تو یہ فرمان ہے :

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسٰنِ اِلَّا مَا سَعٰیo (سورۂ والنجم:۵۳/۳۸)

ترجمہ: کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھا سکا اور آدمی اپنے عملوں سے ہی نفع پائے گا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم حضرت موسیٰ وابراہیم علی نبینا وعلیہما السلام کے صحیفوں سے منقول ہے اور ان کی شریعت کا معمول ہے کیونکہ ماقبل میں ہے :

اَمۡ لَمۡ یُنَبَّاۡ بِمَا فِیۡ صُحُفِ مُوۡسٰی وَ اِبۡرٰھِیۡمَ الَّذِیۡ وَفّٰٓی اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی o (سورۂ والنجم:۵۳/۳۶-۳۹) (۱)

اور شریعت قرآنی میں جہاں غلبۂ فضل رحمانی ہے الحاقِ ناقص بکامل ثابت ہے جیسا کہ جواب سوال ۳ شفاعت کے اثبات میں یہ آیتیں لکھی جائیں گی۔ فانتظرہ.

دوسرا جواب یہ ہے کہ مراد انسان سے انسانِ کافر ہے جو دوسرے کے عملوں سے منتفع نہیں ہے۔

اور تیسرا جواب یہ ہے کہ جب بسبب ایمان کے شفاعت ہوئی تو اسی کے عمل صالحہ کا اثر ہے جیسا کہ تفسیر معالم وغیرہ میں لکھا ہے۔

---

(۱) کیا اسے اس کی خبر نہ آئی جو صحیفوں میں ہے موسیٰ کے اور ابراہیم کے جو احکام پورے بجالایا کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔ پارہ ۲۷، النجم:۳۹۔۳۶ کنزالایمان

تتمہ: اگر کوئی گناہ گار کفر و شرک سے لگا کر صغیرہ گناہ تک اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرے اور ایمان سے اعمالِ صالحہ کر کے اِستقامت پر مرے تو وہ بھی بے شک مغفور وناجی ہے۔ جیسا کہ سورۂ فرقان (۱۹س)(اپ)(۴ر) میں ہے :

وَالَّـذِيْـنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِـالْـحَـقِّ وَلَا يَـزْنُوْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَـوْمَ الْـقِيٰـمَةِ وَ يَـخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلاً صٰلِحًا فَـاُولٰٓـئِكَ يُبَـدِّلُ الـلّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صٰلِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا o (سورۂ فرقان:۶۸/۲۵)

ترجمہ: اور خدا کے بندوں میں سے ہیں وہ لوگ جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتے ہیں اور قتل نہیں کرتے ہیں اس جان کو جس کو خدا نے حرام کیا ہے مگر ساتھ حق کے اور زنا نہیں کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا دیکھے گا بدلہ اپنے گناہوں کا دو چند کیا جائے گا اس کو عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ رہے گا اس میں خوار مگر وہ شخص کہ توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرے پس خدا ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل کر دیتا ہے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے اور جو توبہ کرتا ہے۔ اور نیک کام کرتا ہے پس تحقیق وہ رجوع کرتا ہے خدا کی طرف رجوع کرنا۔

اور سورۂ انعام (۷س)(۳پ)(۳ر) میں ہے :

وَ اِذَا جَـآءَكَ الَّـذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَـفْسِـهِ الـرَّحْـمَةَ اَنَّـهٗ مَـنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهٰلَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o (سورۂ انعام:۵۴/۶)

ترجمہ: اور جب تیرے پاس آئیں وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر پس کہہ دے تم پر سلام ہے خدا نے اپنی ذات پر لکھی ہے رحمت کہ بے شک جو کرے گا تم میں سے برائی بھول کر پھر توبہ کرے گا اس سے پیچھے اور نیک کام کرے گا پس خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

خاتمہ

آپ کی نبوت کا ثبوت اِنجیل سے

اس جواب کی آیتوں میں سے ایک آیت مبارک میں یہ اِرشاد تھا کہ نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام من الرحمٰن کا احوال سعادت اشتمال فیض و برکت مآل توریت وانجیل میں موجود ہے سواس جگہ اس کا مفصل ذکر موجب طوالت ہے،اس لیے بنظر اظہار صداقت قرآنی کافی ہے۔حوالہ ان کتابوں کی طرف جو قدیماً وحدیثاً علماے اسلام نے رد و جوابِ نصاری میں لکھی ہیں جیسا کہ کتاب امام قرطبی کی اور رسالہ عبدالسلام کا اور کتاب مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کی اوران بزرگواروں نے اپنی کتابوں میں بہت سی آیات کتب الہامی سے جن کو اہل کتاب اب تک الہامی مانتے ہیں ظاہر کردیا ہے کہ مراد ان آیات سے نبی عربی آخرالزمان ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ۔کیونکہ وہ اوصافِ مذکورہ ان آیات کے آپ کے سوا کسی دوسرے پر صادق ہی نہیں آ سکتے ہیں اور نیز جو اِعتراض مخالفین کے تھے ان کے شافی جواب لکھ دیے ہیں ان کے دیکھنے سے منصف کوایمان آجاتا ہے کہ یہ دعویٰ قرآنی سچ ہے جو سورۂ صف (۲۸س)(۳پ)(ا۔ر) میں ہے :

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ ٥

(سورۂ صف:۶۱/۶)

ترجمہ:اور یادکراے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم !جب عیسیٰ مریم کے بیٹے نے بنی اسرائیل کو کہا تھا کہ بے شک میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں تصدیق کرنے والا ہوں توریت کی اور بشارت دینے والا ہوں رسول کی جو میرے پیچھے آئے گا جس کا نام احمد ہے۔صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہٖ وسلم۔

پس اگر متقدمین کی کتابیں نہ مانیں تو 'اظہارالحق' مولانا رحمت اللہ صاحب مکی کی جو بالتماس حضرت سلطان روم ثبت اللّٰہ تعالی استقامتہ و خلد اللّٰہ تبارک ملکہ و شوکتہ تیار

ہوکرمطبع سلطانی میں چھپ کراس دیار میں بھی آئی ہے اس کے دیکھنے سے تسلی ہو جائے گی۔ اِن شاء اللّٰہ الموفق .

اب یہاں پرایک اورامر قابل تحریر یہ ہے کہ رسالہ سوال وجواب فریقین درنبوتِ نبی عرب درانجیل میں (جومطبوعہ لدھیانہ ہے اوراس کے اخیر میں یہ لکھا ہے راقم برجلال مسیحی) باب ۹ مکاشفات کی پہلی آیت سے لے کر گیارہویں آیت تک جن میں نرسنگی پھونکنے کا ذکر ہے نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم اورآپ کے پیروان کے حق میں صادق کر کے اپنے بھائی بندوں کی دل خوشی اورعوام مسلمانوں کی دل شکنی کی ہے، اگرچہ اس بات سے غافل رہے کہ رومن کیتھولک والے عیسائی اس باب کو مارٹین لوتھراوراس کے پیروں کے حق میں لگاتے ہیں مگر یہ بھی خیال نہ رہا کہ اس بیان سے ان کی الہامی کتاب کی تحریف لازم آتی ہے اوران کی مقدس کتاب معما چیستان پہیلی بنتی جاتی ہے۔

اورعجب یہ ہے کہ پادری عماد الدین صاحب نے بھی جوابات سوالات مولوی سید باقر صاحب واقعہ نغمہ طنبوری میں ویسا ہی لکھا اور یہ سمجھ میں نہ آیا کہ بموجب قول علماے مسیحین کے باب مکاشفات پروٹسٹنٹ مذہب کے بانی اوران کے تابعین کے حق میں (جن میں خود بدولت بھی داخل ہیں) صادق آتا ہے پھر کیوں کراس باب سے مسلمانوں پر الزام لگایا جاتا ہے۔ البتہ اگر جدید عیسائی اپنی سمجھ کے موافق کچھ ایسے خلل زلل کر دیں تو مضائقہ نہ تھا اِلَّا سخت افسوس ہے کہ پادری لوگ ایسے رسالوں کو اپنے اہتمام سے چھپواتے مشتہر کراتے ہیں ایسے معاملات سے کیوں نہیں شرماتے ہیں خدا ان کو ذہن کی رسائی اورعقل کی صفائی بخشے۔

جب کہ یہاں تک ان لوگوں کی زبان درازی پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اورآپ کی امت کو ٹڈّے نیشزن سے تشبیہات دینے لگے تو اس کے جواب میں خدا ہم سے ایسا کلمہ نہ کہلوائے جس سے کوئی دانش مند ناراض ہو جائے بلکہ اس کے جواب میں ایک بشارتِ صریحہ انجیلیہ نقل کر کے ان کی غلط انگاری اورخلاف نگاری ثابت کرتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ سیل صاحب نے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں (جومطبوعہ سن ۱۸۵۰ء کا ہے) انجیل برنابا سے (جوصدہا سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے کی لکھی ہوئی ہے) یوں نقل کیا ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ

الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں :

'اے برنابا! اگر چہ گناہ چھوٹا ہی ہوتب بھی خدااس سے ناراض ہوتا ہے اور میں ہر چند گناہ سے پاک ہوں مگر چونکہ بعض لوگوں نے مجھے خدااور خدا کا بیٹا کہا تو خدا نے اس بات کو ناپسند کیا اور چاہا کہ شیطان مجھ پر قیامت کے دن نہ ہنسیں اور مسخری نہ کریں پس خدا نے اپنے لطف سے یہ چاہا کہ بسبب موت یہودا کے ہنسی اور کھلی دنیا میں ہی رہی اور لوگ گمان کریں کہ عیسیٰ مصلوب ہو گیا لیکن یہ اہانت اور استہزا ہمیشہ رہے گی یہاں تک کہ تشریف لے آئیں گے محمد رسول اللہ (ﷺ)۔ پس جب وہ دنیا میں آئیں گے تو ہر مومن کو اس غلطی سے آگاہ کر کے باز لائیں گے اور لوگوں کے دلوں سے اس شبہ کو اٹھادیں گے'۔ انتہی ترجمہ کلامہ ملخصاً

اب یہاں پر اگر پادری صاحب کہیں کہ انجیل برنابا کو ہمارے سلف کی کمیٹی نے الہامی کتب میں سے خارج کر دیا تو میں کہتا ہوں کہ یہ بھاری بے انصافی ہے کہ آپ مسلمانوں کے اجماعِ امت کو تو آدمیوں کی کمیٹی جان کر قبول نہیں کرتے ہو جیسا کہ نغمۂ طنبوری میں جا بجا مجتہد صاحب پر بسبب سند لینے اجماع امت کے طعن کرتے اور حروف دھرتے ہو تو ہم آپ کے اِجماع امت کو کب مانتے اور معتبر جانتے ہیں بآنکہ تمہاری کمیٹی کا یہ قول کیسا ناحق ہے کہ ایسی کتابوں کو (جو دوسری تیسری صدی تک الہامی مانی جاتی تھیں) بے اعتبار کر دیا۔ کیا الہامی کتابیں بنانے والے آپ کی کمیٹی والے تھے کہ جسے چاہیں الہامی بنالیں اور جسے چاہیں الہامی سے خارج کر دیں۔ **نعوذ باللّٰہ العظیم من ھذا الذنب الجسیم .**

پس اب فرض اور واجب ہے کہ تم سارے عیسائی اس اپنی کمیٹی کے اس ناواجبی حکم کو منسوخ کر کے عقل خداداد کو مدنظر لاؤ اور ایسی گستاخیوں سے باز آجاؤ اور اس نبی مبشر فی التوریت والانجیل پر ایمان لاؤ تا کہ شرعذاب سے چھوٹ کر ابدی نجات پاؤ۔

وما علینا إلاالبلاغ المبین واللّٰہ ھو الموفق والمعین .

اور اگر کوئی کہے کہ ممکن ہے کہ بعد بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مسلمان کے انجیل برنابا میں یہ عبارت درج کر دی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اِحتمال نہایت ضعیف ہے، کیونکہ اولاً تو

مسلمان لوگ اَناجیلِ اَربعہ مشہورہ کی طرف اِلتفات نہیں کرتے ہیں۔(۱)

انجیل برنابا سے ان کو کیا تعلق ہے! ۔ثانیاً کب ممکن ہے کہ ایک انجیل برنابا میں کسی مسلمان کی تحریف نے ایسی تاثیر کردی کہ ساری اُنجیلیں برنابا میں جو اہل کتاب کے پاس نہیں وہ تحریف واقع ہوگئی ۔نہیں دوسرے مذہب والوں کی کتاب میں یہ ہرگز ممکن نہیں بلکہ حق یہی ہے کہ یہ بشارت اصلی ہے انجیل برنابا میں۔ بے شک جب تک کوئی نسخہ قدیمہ انجیل برنابا کا ایسا پیدا نہ کریں کہ جس میں یہ بشارت نہ ہو تب تک یہ اِحتمال فضول قابل اِلتفات کے بھی نہیں ہے۔

عجب ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی پادری کو کہتا ہے کہ تمہاری کتابیں محرف ہیں تو وہ جواب دیتا ہے کہ کوئی کتاب غیر محرف نکال کر اس اپنے دعوی کی تصدیق کرو اور یہ نہیں سوچتے ہیں کہ مسلمانوں کو اس ثبوت دینے کی کچھ حاجت نہیں ہے، کیونکہ خود ان کے مفسر ان کی الہامی کتب کی تحریف کے قائل ہیں جیسا کہ اخیر میں اس رسالہ کے آئے گا۔ پس جو عیسائی تحریف انجیل برنابا کا دعوی کرے اسے با تلاش انجیل غیر محرف ثبوت میں پیش کرنا لازم ہے اور جب سب انجیلیں برنابا ایسی ہی ہیں تو ثابت ہوا کہ یہ احتمال سراسر غلط ومحال ہے۔

سوال ۔۲

اگر نیک اعمال پر نجات ہے تو نیک اعمال سے کیا مراد ہے۔ آیا کل اَوامرونواہی کا بجالانا یا جس قدر ہوسکے؟۔

جواب (۲)

(۱) کیونکہ ان میں تحریف ہوگئی ہے۔کما یجیٔ ۔۱۲

(۲) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: شرع کے سبب اوامرونواہی ممکن العمل ہیں و **لا یکلف اللّٰہ نفسا إلا وسعھا و ما جعل علیکم فی الدین من حرج الآیۃ.** البتہ تکلیف مالایطاق جن لوگوں کی شرع میں جائز ہے مثل اذعانِ اتحاد متعدد اور تعدد متحد اور اعتقاد تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث ان کو جواب دینا اس سوال کا مشکل ہوگا....

اس سوال کا جواب اگر چہ پہلے سوال کے جواب سے مستفاد ہو چکا ہے مگر بنابر تمام تشریح یہاں پھر بطورِ اختصار لکھ دیا جاتا ہے کہ نجات دو قسم ہے :

ایک خلودِ نار سے بچنا اور یہ کفر کے چھوڑنے اور ایمان کے لانے سے حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ سورۂ بقر (۳س)(ا۔پ)(ا۔ر) میں ہے :

فَمَنۡ یَّكۡفُرۡ بِالطّٰغُوۡتِ وَ یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰی لَاانۡفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ o (سورۂ بقرہ:۲/۲۵۶)

ترجمہ: اور جو شخص بتوں سے کافر ہوا اور خدا پر ایمان لایا پس بے شک اس نے ایسا مضبوط دست پناہ پکڑا کہ اسے شکست نہیں اور خدا سنتا جانتا ہے۔

اورسورۂ حدید (۲۷س)(۴پ)(۴ر) میں ہے :

سَابِقُوۡۤا اِلٰی مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَ جَنَّةٍ عَرۡضُهَا كَعَرۡضِ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اُعِدَّتۡ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ o (سورۂ حدید:۵۷/۲۱)

ترجمہ: جلد چلو طرف بخشش اپنے رب کی اور بہشت کی جس کا چوڑاؤ (یعنی چوڑائی) مانند چوڑا آسمان اور زمین کے ہے تیار کی گئی ہیں ان کے لیے جو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں یہ خدا کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور خدا بڑے فضل کا صاحب ہے۔

اگر یہاں پر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ سزائے خلود نار، ارتکابِ بعض کبائر پر بھی قرآن مجید میں وارد

(بقیہ)...جواب سوال دوم: پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے۔سوال کا جواب یہ ملا کہ شرع کے سب اوامر و نواہی ممکن العمل ہیں۔ یہ جواب اس سوال کا نہیں ہے۔ میں نے نہیں پوچھا تھا کہ شرع کے سب احکام ممکن العمل ہیں یا نہیں۔سوال کا یہ مطلب ہے کہ اگر نجات انسان اعمال حسنہ پر ہے تو اعمال حسنہ سے کیا مراد ہے آیا سارے حکم اول سے آخر تک بموجب بیان شرع ریا کاری سے بچ کر خلوص کے ساتھ ادا کرنے کا نامۂ اعمال حسنہ ادا کرتا ہے یا جس قدر پورے ہو گئے اور آدمی نجات کے لائق ہو گیا تو اس کا جواب نہیں ملا۔شاید سوال کا مطلب خیال شریف میں نہیں آیا پھر اس کا جواب مرحمت ہونا چاہیے اور وہ جو الزامی فقرے لکھے ہیں ان پر میں توجہ نہیں کرسکتا ہوں کیونکہ حقیقی جواب چاہتا ہوں۔

ہے جیسا کہ قتل کی سزا میں سورۂ نساء(۵س) میں فرمایا ہے :

وَ مَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَہَنَّمُ خٰلِدًا فِیۡہَا o (سورۂ نساء:۹۳/۴)

ترجمہ: یعنی جوکوئی مؤمن کوعمداً قتل کرے گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

پس کیا کہا جائے کہ ایمان لانے سے خلود نار سے بچاؤ ہو جاتا ہے اور اِستحقاقِ جنت ہاتھ آتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی سیپارہ اوراسی سورہ میں یہ بھی بتاکید شدید وارد ہے :

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ o (۱)

جیسا کہ ترجمہ اور پتہ اس کا جواب سابقہ میں گزرا ہے اور نیز قتل بالاتفاق گناہ ہے اور گناہوں کی بابت یہ بھی ارشاد ہے :

اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا o (سورۂ زمر:۵۳/۳۹)

یعنی تحقیق خدا سارے گناہ بخش دیتا ہے۔

تو اب ان دونوں آیتوں کی تطبیق جب اس آیت سے کی گئی تو یہ ثابت ہوا کہ قتل کو حلال جان کر اِرتکاب کرنے سے کہ وہ کفر ہے خلود نار سزا ملتی ہے چنانچہ لفظ 'مُتَعَمِّدًا' اس پر اشارہ کر رہا ہے۔ **فَلا مَحذُور۔**

اور دوسرے قسم کی نجات بالکل دوزخ سے بچنا ہے اور یہ نجات ایمان سے سارے اعمالِ صالحہ کے بجالانے اورافعالِ طالحہ سے بچنے سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اوپر کے جواب میں سورۂ لم یکن سے دلیل اس کی لکھی گئی ہے۔ پس جو مومن تمام فرائض و واجبات ذمے اپنے اَدا نہ کرے گا اور ایسا ہی منہیات سے باز نہ رہے گا تو اس کو پہلی قسم کی نجات تو حاصل ہے مگر دوسری قسم کی نجات کا ملنا یا توبہ سے ہوگا یا صرف عفوِالٰہی سے جیسا کہ اس کی سندیں جوابِ بالا میں لکھی گئی ہیں یا شفیع کی شفاعت سے جس کا ثبوت آگے آتا ہے یعنی سوال ۳ کے جواب میں لکھا جاتا ہے۔

---

(۱) بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ پارہ ۵، النساء:۴۸

سوال۔۳

اگرکسی شفیع کی ضرورت ہےتو اس کی شرائط اور وجہِ خصوصیت کیا ہے۔ یعنی کون کون شرط شفیع میں چاہیے جس سے اس کی شناخت ہواور کون سی اس میں زیادتی ہے جس کے سبب سے وہ اس منصب پر ممتاز ہوا؟۔

جواب (۱)

---

(۱) جواب مجتہد کا یہ ہے: شرط شفاعت ماذونیت جناب باری سے ہے اور حصول اذن موقوف اس کی حکمت و مصلحت پر ہے اور قرب شافع پر اور درجہ مستقل شفاعت اور فرد اکمل اس کی مخصوص جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت اطیاب سے ہے اور باعث امتیاز کثرت عبادات اور طاعات و ریاضات و مجاہدات وکمالات علمیہ وعملیہ میں اور مصلح واسرارخفیہ جناب باری۔ **ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم و لایسئل عما یفعل وھم یسئلون الایۃ.**

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: تین سوال کا جواب یہ ملا کہ شرط شفاعت ماذونیت خدا سے ہے اور قرب شافع پر۔ یہ کچھ جواب نہیں ہے کیونکہ یہ ہر مدعی شفاعت کا دعوی ہے۔ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے خدا سے قرب ہے اور میں خدا کی طرف سے شفاعت کنندہ ہوں پس اس دعوی کی تصدیق یا تکذیب کے لیے کچھ علامات جونقلاً وعقلاً درست ہوں اس میں دکھلانا لازم ہے سووہ علامات آپ کو بیان کرنا چاہئیں، کیونکہ دعوی کو دلیل ضرور ہے،سوآپ نے دعوی کو دلیل کی جگہ قائم کردیا۔ پہلے لازم تھا کہ ایسی شرطیں بیان کرتے جوموجب شفاعت شافع ہوں، پھر کہتے کہ یہ شرطیں آنحضرت میں پائی جاتی ہیں اس لیے وہ شافع ہیں بموجب اپنے دعوی کے،لیکن آپ نے بدونِ اظہار وتسلیم شرائط ناحق ایک دعوی کردیا کہ آنحضرت اوران کی اہل بیت شفیع ہیں حالانکہ پہلے جواب میں مان چکے کہ قرآن سے اعمال حسنہ میں نجات ہے شفاعت کا وہاں ذکرنہیں ہے پھر حدیثوں سے ثابت کیے ہوئے شفیع کو کیوں پیش فرماتے ہیں۔

حقیر کہتا ہے کہ پادری صاحب کا یہ دعوی کہ قرآن میں شفاعت کا ذکرنہیں ہے نامسموع ہے، کیونکہ قرآن میں بہت جگہ پرشفاعت انبیاوغیرہ کا ذکر ہے جیسا کہ تھوڑا سامتن میں لکھا گیا ہےاورشفاعت سے نجات ہونی منافی نجات اعمال حسنہ کونہیں ہے جیسا کہ جواب سوال اول میں اس کی تفصیل گزری ہےاور مجتہد صاحب نے جوآیت **و لایسئل عما یفعل** لکھاہےسوقرآن میں واؤنہیں ہے **لایسئل عما یفعل**۔سورۃ انبیاء(۱۷ا س) (ا۔پ)(ا۔ر) میں ہے۔۱۲

مومن گناہگاروں کی نجات کے واسطے شفیع کی بھی ضرورت ہے کہ خدا کے اِذن سے شفیع بھی گناہگاروں کی سفارش کر کے بخشوائیں گے اور شرط شفاعت قبولیت اور کرامت ہے عنداللہ چنانچہ انبیا و ملائکہ علیہم السلام جو خدا کے مقبول و مکرم ہیں اور گناہوں سے معصوم ہیں گناہگاروں کے شفیع ہیں اور نیز متقی لوگ جو بکمال امتثال احکام الٰہی و نہایت اتباع شرع حضرت رسالت پناہی باری تعالیٰ کے مقبول ہیں منصب شفاعت سے ممتاز ہوں گے۔

اول انبیا و ملائکہ کی شفاعت کی اسناد لکھی جاتی ہیں۔سورۂ انبیا(۱۷س)(اپ)(۲ر) میں ہے:

وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ . وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا سُبۡحٰنَہٗ بَلۡ عِبَادٌ مُّکۡرَمُوۡنَ . لَا یَسۡبِقُوۡنَہٗ بِالۡقَوۡلِ وَ ہُمۡ بِاَمۡرِہٖ یَعۡمَلُوۡنَ . یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ مَا خَلۡفَہُمۡ وَ لَا یَشۡفَعُوۡنَ اِلَّا لِمَنِ ارۡتَضٰی وَ ہُمۡ مِّنۡ خَشۡیَتِہٖ مُشۡفِقُوۡنَ o (سورۂ انبیاء: ۲۱/۲۵-۲۸)

ترجمہ: اور ہم نے نہیں بھیجا تیرے پہلے کوئی پیغمبر مگر کہ اس کی طرف ہم نے یہ پیغام بھیجا تھا کہ بے شک کوئی معبود نہیں ہے مگر میں پس خاص میری عبادت کرو اور کہا کافروں نے پکڑا ہے خدا نے فرزند۔ وہ پاک ہے اور بے عیب بلکہ جن کو کافر فرزند کہتے ہیں وہ عزت والے بندے ہیں خدا کی بات سے اپنی بات نہیں بڑھاتے ہیں اور وہ خدا کے حکم ہی پر عمل کرتے ہیں خدا جانتا ہے جو کچھ کہ ان کے آگے اور پیچھے ہے اور وہ شفاعت نہیں کرتے ہیں مگر اس کی جس کو خدا پسند کرے اور وہ خدا کے خوف سے ڈرتے ہیں۔

اب یہاں پر واضح رہے کہ مراد "ولــــد" سے جو آیت ہذا میں مذکور ہے بیٹی اور بیٹیاں ہیں کیونکہ یہود و نصاریٰ انبیا کو اس احد صمد کے بیٹے کہتے ہیں اور مشرکین ملائکہ کو اس واحد لاشریک کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں جیسا کہ سورۂ توبہ(۱۰س)(۲پ)(۴ر) میں ہے :

وَقَالَتِ الۡیَہُوۡدُ عُزَیۡرُ ابۡنُ اللّٰہِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَی الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ اللّٰہِ o
(سورۂ توبہ:۹/۳۰)

ترجمہ: یہود کہتے ہیں عزیر خدا کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں مسیح خدا کا بیٹا ہے۔

اورسورہ الصّٰفّت (۲۳س)(۲پ)(۴ر) میں ہے :

فَاسْتَفْتِهِمْ اَ لِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّ هُمْ شٰهِدُوْنَ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ وَلَدَ اللّٰهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ o (سورۂصفّٰت:۱۴۹/۳۷)

ترجمہ: پس پوچھ ان سے کیا تیرے رب کے واسطے بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے ہیں کیا ہم نے پیدا کیا تھا فرشتوں کو عورتیں اور وہ پاس تھے خبردار ہو تحقیق وہ بہتان کی رُو سے ضرور کہتے ہیں خدا صاحب اولاد ہے اور تحقیق وہ بے شک ان باتوں میں جھوٹے ہیں کیا پسند کیا خدا نے بیٹیوں کو لڑکوں پر۔

پس ان آیتوں سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ خلاف مرضی وحکم خدا کے کوئی کام نہ کرنے والے اور اس کی مرضی سے شفاعت کرنے والے انبیا و ملائکہ ہیں۔

فثبت المدعا و هو أن الأنبياء والملئكة معصومون وللعصاة يشفعون .

باقی آیاتِ شفاعت انبیا و ملائکہ یہ ہیں۔سورۂ حٰم زخرف (۲۵س)(۳پ)(۵ر) میں ہے :

وَ لَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفٰعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ o (سورۂ زخرف:۸۶/۴۳)

ترجمہ: اور اختیار نہیں رکھتے ہیں شفاعت کا وہ لوگ جن کو کافر پوجتے ہیں سوائے خدا کے مگر وہ شخص کہ گواہ ہے حق پر یعنی انبیا و فرشتے کہ یہ شفاعت کا اختیار رکھتے ہیں اور وہ یقین کرتے ہیں اس بات پر جس کا اقرار کرتے ہیں۔

اورسورۂ حٰم مومن (۲۴س)(۲پ)(۲ر) میں ہے :

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ۨ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ

اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ وَقِہِمُ السَّیِّاٰتِ وَ مَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَہٗ وَ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ o (سورۂ مومن:۴۰/۷-۹)

ترجمہ: وہ لوگ کہ اٹھاتے ہیں عرش کو (یعنی ملائکہ) اور جو اس کے گرداگرد ہیں پاکی سے تعریف کرتے ہیں اپنے رب کی اور ایمان لاتے ہیں اپنے رب پر اور بخشش مانگتے ہیں ایمان والوں کے لیے یعنی کہتے ہیں اے ہمارے رب تیری رحمت اور علم نے ہر چیز کو سما لیا پس بخش دے اُن کو جو کفر سے تائب ہوئے اور تیرے راستہ کے پیرو ہیں اور بچا اُن کو دوزخ کے عذاب سے اے ہمارے رب اور داخل کر اُن کو بہشتوں عدن میں وہ بہشتیں کہ تُو نے وعدہ کیا تھا اُن سے اور داخل کر اُن کو جو نیکوکار ہیں اُن کے ماں باپ اور جوروں اور اولاد سے تحقیق تو غالب حکمت والا ہے اور بچا ان کو گناہوں سے اور جس کو تو گناہوں سے بچائے دنیا میں پس بے شک تُو نے اس پر رحمت کی اور یہ بڑے مطلب کو پہنچنا ہے۔

اور سورۂ حم شوریٰ (۲۵س)(اپ)(۲ر) میں ہے :

تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِھِنَّ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِیْ الْاَرْضِ اَلَآ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ o (سورۂ شوریٰ:۴۲/۵)

ترجمہ: نزدیک ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ جائیں اور فرشتے پاکی سے تعریف کرتے ہیں اپنے رب کی اور بخشش مانگتے ہیں مسلمانوں کے لیے جو زمین میں ہیں خبردار ہو تحقیق خدا وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

اب آیتیں شفاعت متقین کی لکھی جاتی ہیں۔سورۂ حم زخرف (۲۵س)(۳پ)(۴ر) میں ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ o (سورۂ زخرف:۴۳/۶۷)

ترجمہ: دنیا کے دوست قیامت کے دن آپس میں دشمن ہو جائیں گے مگر پرہیزگار کہ ان کی دوستی للہ ہے قیامت کو اپنے دوستوں کی شفاعت کریں گے۔

اور سورۂ رعد (۱۳س)(۳پ)(ار) میں ہے :

اَلَّـذِيْـنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِـهٖٓ اَنْ يُّـوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِـغَـآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوْا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَـدْرَءُوْنَ بِـالْـحَسَـنَةِ السَّيِّـئَةَ اُولٰٓـئِكَ لَهُـمْ عُـقْبَـى الدَّارِ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّـدْخُـلُـوْنَهَـا وَ مَـنْ صَـلَـحَ مِـنْ اٰبَـآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ٥

(سورۂ رعد:۱۳/۲۰-۲۴)

ترجمہ: وہ لوگ کہ پورا کرتے ہیں خدا کا عہد اور نہیں توڑتے ہیں عہد کو اور وہ لوگ کہ پیوند کرتے ہیں اس چیز کو جس کے پیوند کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور بُرے حساب سے خوف کرتے ہیں اور وہ لوگ کہ خدا کی رضامندی کے واسطے صبر کرتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور خدا کے دیے ہوئے رزق سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں اور گناہ کو نیکی کے ساتھ دفع کرتے ہیں ان لوگوں کے واسطے ہے سرانجام نیک وہ بہشتیں عدن ہیں کہ ان میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے نیکوکار باپ دادے اور جوروئیں اور اولاد بھی داخل ہوں گی یعنی ان کی شفاعت سے اور فرشتے ان پر داخل ہوں گے بہشت کے ہر دروازہ سے اور کہیں گے تم پر سلام ہو تمہارے صبر کے سبب سے پس اچھا انجام اس گھر کا اُن کو ملا۔

اور سورۂ طور (۲۷س) (اپ) (۳ر) میں ہے :

اِنَّ الْـمُتَّـقِيْـنَ فِـىْ جَنّٰـتٍ وَّنَـعِيْـمٍ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ وَ وَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَـذَابَ الْـجَـحِيْمِ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى سُـرُرٍ مَّـصْـفُوْفَةٍ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِـاِيْـمٰنٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ مَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَىْءٍ كُلُّ امْرِیٍٔ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ٥ (سورۂ طور:۵۲/۱۸-۲۱)

ترجمہ: تحقیق متقی یعنی پرہیزگار لوگ بہشتوں میں اور نعمتوں میں خوش ہوں گے اس چیز

سے کہ ان کو رب نے دی ہے اور ان کے رب نے ان کو بچایا دوزخ کے عذاب سے ان کو کہا جائے گا کھاؤ اور پیو سہتا (یعنی گوارا) اپنے نیک عملوں کے سبب سے وہ تکیہ لگا کر بیٹھیں گے سنہری تختوں پر اور ہم ان کے بیاہ کریں گے خوب شکل عورتوں بڑی آنکھ والیوں سے اور وہ لوگ کہ ایمان لاتے ہیں اور ان کی اولاد بھی ان کی پیروی ایمان کے ساتھ کرتے ہیں ہم ملا دیں گے ان کے درجات میں ان کی اولاد کو یعنی ان کی شفاعت سے اور ان کے عملوں سے بھی کچھ بدلہ کم نہ کریں گے۔

کیونکہ ہر آدمی اپنے عملوں کے ساتھ مقید ہے یعنی اس کے عملوں کی اسے پوری جزا ملے گی۔ اگر یہاں پر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ ان تینوں آیات شفاعت متقین میں لفظ شفاعت تو مذکور نہیں ہے پھر ترجموں میں شفاعت کیوں مراد لی گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مفسرین مشہورین نے قرآنی قرینوں سے ان آیات کے معانی میں شفاعت نکالی ہے، کیونکہ جب قرآن سے ثابت ہو چکا ہے کہ بہشت کے درجات اور بالکل دوزخ سے بچنا ایمان اور تمام متعلقہ اعمال حسنہ کے ادا سے حاصل ہو گا پھر جب متقیوں کے متوسلین صرف ایمان سے ان کے درجات تک پہنچ گئے تو ظاہر ہے کہ اُن کی سفارش سے ایسا ہوا حالانکہ پہلی آیت میں صریح ہے کہ متقی لوگ قیامت کو بھی اپنے دوستوں کے دوست رہیں گے تو سفارش لازمہ دوستی ہے پس یہ شفاعت بھی بخوبی قرآن سے ثابت ہوئی۔

سوال-۴

ہر ایک پیغمبر یا نبی اپنی اپنی امت کا شفیع ہے، یا خاص ایک شخص تمام اوّلین و آخرین کی شفاعت کے لیے خدا نے مقرر کیا ہے؟۔

جواب(۱)

(۱) جواب مجتہد صاحب کا یہ ہے: اس سوال کا جواب منصوص ہونا قرآن مجید کا نہیں ہے لیکن بعض احادیث سے یہ ثابت ہے کہ ہر ایک نبی اہوالِ قیامت سے نفسی نفسی پکارتا ہوگا اور جناب رسالت مآب صلعم امتی امتی کہیں گے...

اوپر کے جواب میں قرآن سے لکھا گیا ہے کہ انبیا و ملائکہ علیہم السلام و متقین سب شفیع ہیں اور ہر چند شریعت غرّ اسے اور بھی شفعا ثابت ہیں لیکن مدار اِس پر ہے کہ مدارج شفاعت حسب مراتب شفعا ہوں گے یعنی جس قدر عنداللہ شفیع کا اعلیٰ رُتبہ اور قبولیت ہوگی اسی قدر اس کی شفاعت بھی بہت ظاہر ہوگی ۔اور شفاعت کی دو قسم ہیں :

ایک شفاعتِ کبریٰ کہ سب اعلیٰ ادنیٰ کو شامل ہوگی ۔اور دوسری صغریٰ کہ چاروں فرق منعم علیہم یعنی انبیا و صدیقین و شہدا و صالحین کہ یہ تینوں متقین ہیں اپنے اپنے اَتباع واَقربا واَصدقا کی قلیلین کانوا أو کثیرین شفاعت کریں گے۔

(بقیہ)....علاوہ یہ کہ امم سابقین بھی بعد بعثت جناب سید المرسلین کے آپ کی امت میں مندرج ہو گئے بدلیل و بعثناک کافة للناس بشیرا و نذیرا الایة غایۃ الامر یہ کہ ہد۔۔۔امت مرحومہ میں ہیں اور عصاتِ امت مرحومہ میں ہیں پس شفاعت کسی اور نبی کی ان کے حق میں معنی چہ۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے-سوال۴ کا جواب یہ ملا کہ قرآن میں ایسے سوال کا جواب نہیں ہے لیکن احادیث سے ثابت ہے کہ صرف آنحضرت شفیع ہیں اور کوئی پیغمبر شفیع نہیں ہے کیونکہ ہر کوئی نفسی نفسی کہے گا۔البتہ ایسے سوال کا جواب قرآن سے نہیں نکلتا مگر حقیقی شفیع کی شرائط پر نظر کرنے سے عقلاً اور انبیا کے سابق نوشتوں پر غور کرنے سے نقلاً ہم بھی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایک ہی شفیع ہے بہت شفیع نہیں ہو سکتے پھر جو آپ نے حدیثوں کی سبب آنحضرت کی نسبت یہ گمان پیش کیا بدوں اثبات شرائط کے یہ دعوی نامناسب ہے افسوس کی بات ہے کہ میں نے یہ چار سوال علی العموم پیش کیے تھے اگر جواب بھی علی العموم پیش کیے گئے ہوتے تو بہت اچھا تھا۔

حقیر غلام دستگیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ اس جواب میں جو مجتہد صاحب نے و بعثناک کافة للناس بشیرا و نذیرا آیت قرآنی لکھی ہے یہ سارے قرآن میں کوئی آیت نہیں ہے بلکہ سورۂ سبا (۲۲س)(۲پ)(۵ر) میں ہے: وَ مَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ۔پس جائے غور ہے کہ مجتہد صاحب کو قرآن سے ایسی مہارت ہے کہ تحریف تک نوبت پہنچا دی ہے اور پادری صاحب کو یہ شناخت ہے کہ تمیز نہ کر سکے پس یہ فریقین اگر کہیں کہ اس سوال کا جواب قرآن سے نہیں نکلتا تو کچھ بعید نہیں ہے۔قرآن کے واقفوں اور ایمان والوں کے جواب سنیں جو متن میں لکھے گئے ہیں۔علاوہ یہ کہ پادری صاحب کا دعوی-جو انبیاے سابق کے نوشتوں پر غور کرنے سے نقلاً ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایک ہی شفیع ہے-نادرست ہے کیونکہ برمیاہ ۱۵ باب (۱) سے صاف ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت سموئیل شفیع ہیں اور حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ بھی شفیع ہیں تو پھر ایک کو شفیع کہنا خلاف ہے نوشتوں انبیاے سابق کے۔یہاں پر ایک بات پادری صاحب کی خیر خواہی کے طور سے لکھتا ہوں کہ پادری صاحب کو قرآن سے تو کچھ نسبت نہیں رہی ہے، بارے اہل کتاب کی کتابوں سے تو کچھ مہارت پیدا کر لیتے۔۱۲

اب جاننا چاہیے کہ خدا کے نزدیک سارے انبیا و شفعا سے اعلیٰ رتبہ قبول اور قرب الٰہی میں حضرت سید المرسلین نبی الانبیا جناب محمد مصطفیٰ علیہ وعلی اخوانہ وعترتہ الصلوٰۃ والثنا کا ہے، اس لیے شفاعت کبریٰ صرف آپ کے وجود باجود میں منحصر ہے اور آپ کے علوِ مرتبہ اور سموِ مکانی پر بے شمار آیاتِ قرآنی ناطق ہیں جن میں سے ایک یہ آیت ہے جو سورۂ عمران (۳س)(۴پ)(۴ر) میں ہے :

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o (سورۂ آل عمران:۸۱/۳)

ترجمہ: یاد کر اے محمد! جب لیا تھا خدا نے نبیوں سے عہد کہ جو کچھ میں تم کو دوں گا کتاب اور حکمت سے پھر آئے گا تمہارے پاس رسول (ﷺ) یعنی آخر الزمان تصدیق کرنے والا تمہاری کتابوں کا تو ضرور بالضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بالضرور تم نے اس کی مدد کرنا خدا نے کہا کیا تم نے میرا عہد مان لیا نبیوں نے کہا ہم نے اقرار کیا عہد مان لیا خدا نے کہا پس تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں پس جو کوئی پھر جائے گا اس عہد کے پیچھے پس وہ لوگ ہی گناہگاروں سے ہیں۔

اس آیت میں جس قدر اگلے نبیوں کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہ وسلم کی متابعت اور نصرت کی تاکیدات وتشدیدات ہیں اس کا بیان بڑا وسیع ہے، بھاری دفتروں میں شاید سمائے۔ علمائے بدیع ومعانی اس پر شاہد ہیں۔ ملخص کلام یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر نبی امی اخرالزمان نبی الانبیا اور سب کے سردار ہیں اور سارے اگلے نبی آدم سے تا مسیح آپ کی امت میں شمار اور طوعاً ورغبتہً آپ کے فرماں بردار اور مددگار ہیں۔ صلوات اللّٰہ وسلامہ علی نبینا وعلیھم أجمعین . آمین .

اب اگر یہاں پر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ اس آیت میں ''رســـول'' لکھا ہے، کسی کا خاص نام نہیں لکھا کیوں کر ثابت ہوا کہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی جیسا کہ محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے ویسا ہی ''رسول'' بھی آپ کا اسم سامی ہے جا بجا قرآن میں آپ اس نام مبارک سے مذکور ہیں چنانچہ سورۂ نساء (۶س)(۱پ)

(۳ر)میں ہے :

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّكُمْ o

(سورۂ نساء:۴/۱۷۰)

ترجمہ: اے لوگو بے شک تمہارے پاس آیا ہے رسول یعنی محمد ساتھ حق کے یا لایا ہے رسول سچ تمہارے رب کی طرف سے پس تم اس پر ایمان لاؤ تمہارے لیے بہتر ہے۔

اوراخیر سورۂ توبہ(۱۱س)(۲پ)میں ہے :

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ o (سورۂ توبہ:۹/۱۲۸)

ترجمہ: البتہ بے شک تمہارے پاس آیا ہے رسول تم میں سے یعنی محمد، شاق ہے اس پر یہ کہ تم ایذا میں پڑو تمہاری بہتری کا حریص ہے مومنوں پر مشفق مہربان ہے۔

نیز پہلے سوال کے جواب میں تیسرے نمبر کی آیتوں میں گزرا ہے کہ ' اَلرَّسُوْلُ' اور 'رَسُوْلِهٖ' فرما کر' اَلنَّبِیّ الْاُمِّیِّ' سے اس کی مراد بیان کردی ہے۔پس صریح بمنزلہ بدیہہ ثابت ہوگیا کہ مراد'رسول' سے آنحضرت ہی ہیں۔ صلی اللّٰہ علیه وعلی اخوانه وعترته وسلم .

باقی رہا بیان شفاعت کبریٰ کا،سو واضح رہے کہ شفاعت کبریٰ سے مراد مقامِ محمود ہے کہ قیامت کے دن سب ادنیٰ اعلیٰ واسطے فصل الخطاب کے آپ کی طرف متوجہ ہوں گے۔پس آپ کی شفاعت سے سب کی عقدہ کشائی اور مطلب برآئی ہوگی اور آپ خداوند کریم کے ثنا خواں ہوں گے اور ساری خلقت آپ کے وصف اور شکریہ سے رطب اللّسان ہوگی۔جیسا کہ سورۂ اِسرا(۱۵س)(۲پ)(۴ر)میں ہے :

وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا o (سورۂ بنی اسرائیل:۱۷/۷۹)

ترجمہ: اور تھوڑی سی رات میں پس نماز تہجد پڑھ قرآن کے ساتھ تیرے لیے یہ زیادتی ہے یعنی نماز پنج وقتی سے قریب ہے کہ تجھے اٹھائے گا تیرا رب یعنی بعدالموت ایسے اچھے مقام میں کہ سب تیری تعریف کریں گے۔

چونکہ زیادہ تر تحقیق اس کی جواب سوال ۶ میں لکھی جائے گی اس لیے مناسب ہے کہ اس جگہ باقی آیات مناسبہ اس مقام کے لکھی جائیں۔

سورۂ بقرہ (۲س) (اپ) (ار) میں ہے :

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا o (سورۂ بقرہ:۲/۱۴۳)

ترجمہ: اور ایسا ہی ہم نے تم کو امت بہتر گردانا ہے تا کہ تم گواہ ہو لوگوں پر اور ہو پیغمبر یعنی آخر الزمان تم پر گواہ۔

اور سورۂ نساء (۵س) (اپ) (۳ر) میں ہے :

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ وَ لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا o (سورۂ نساء:۴/۴۱-۴۲)

ترجمہ: پس کیوں کر ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے یعنی اُن کے نبیوں کو اور ہم لائیں گے تجھ کو ان سب پر گواہ اس دن قیامت کے کافر اور بے فرمان نبیوں کے آرزو کریں گے کاش کہ وہ خاک ہو جائیں اور خدا سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔

اور سورۂ نحل (۱۴س) (۴پ) (ار) میں ہے :

وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ... o (سورۂ نحل:۱۶/۸۹)

ترجمہ: اور جس دن ہم کھڑا کریں گے ہر امت پر گواہ اُن میں سے یعنی اُن کے نبیوں کو اور ہم گواہ لائیں گے تجھے اُن سب پر۔

پس ان تینوں آیتوں میں جو ذکر ہے شہادت سارے نبیوں کا اپنی اپنی امت پر عموماً اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت مرحومہ کا خصوصاً تو ظاہر ہے کہ اس اَدائے شہادت سے سچوں کا صدق ثابت ہو جائے گا اور وہ اپنی دلی مراد کو پہنچ جائیں گے پس ثابت ہوئی دونوں قسم شفاعت آنخضرت کی اور شفاعت صغریٰ سارے انبیا وصدیقین وشہدا وصالحین کے۔و هو المطلوب .

سوال-۵

قرآن میں وہ کون سی آیت ہے جس میں جناب محمد صاحب نے اِقرار کیا ہے کہ میں شفاعت گناہ گاراں کرادوں گا؟۔

جواب(۱)

پادری صاحب نے شاید اپنے عقیدہ کے مطابق یہ سوال کیا ہے، ورنہ کوئی اہل اسلام اس بات کا قائل نہیں ہے کہ قرآن کلام محمدی ہے بلکہ قرآن تو فی الحقیقت کلام الٰہی ہے، پس خدا کے کلام میں محمد صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کیوں کر پایا جائے کہ میں شفاعت گناہ گاراں کرادوں گا، البتہ

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: یہ مضمون کسی آیت میں مذکور نہیں اِلّا اخبار متواترہ اہل ذکر اور اجماعات محققہ اہل اسلام سے ثابت ہے۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۵ کا جواب یہ ملا کہ قرآن میں کوئی آیت اس مضمون کی جس میں حضرت نے کہا ہو کہ میں شفاعت کرادوں گا مذکور نہیں ہے لیکن حدیثوں میں اور اجماعات سے ثابت ہے۔ یہ جواب آپ کا نہایت درست ہے، بے شک قرآن میں کوئی آیہ ایسی نہیں ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ احادیث اور اجماعات سے اس کا ثبوت کیا جاتا ہے پس جبکہ ضرورت شفاعت تخصیص شفیع قرآن کے برخلاف حدیث اور اجماعات سے ہی ثابت ہیں تو کس طرح ہوسکتا ہے کہ کوئی عقل منداس ساری بنیاد کو حدیثوں اور اجماعات کے بھروسے پر قبول کرے گا ایمان قرآن پر لائے گا اور عقائد حدیثوں اور اجماعات کے تراشے ہوئے پر رکھے گا۔

حقیر کہتا ہے کہ پادری صاحب و مجتہد صاحب دونوں معذور ہیں کہ اِن کو قرآن سے کچھ نسبت نہیں۔ پادری صاحب تو صریح منکر ہیں، مجتہد صاحب نظم قرآنی کو قابل اعتبار نہیں جانتے۔ پس کون عقل مند باور کرتا ہے کہ یہ کسی مضمون کا ثبوت قرآن سے تلاش کریں گے، مگر بایں ہمہ تعجب ہے کہ پھر اتنے لمبے چوڑے دعوے کیوں کرتے ہیں کہ بے شک قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے– معاذ اللہ معاذ اللہ– ایسے بے اصل دعوی خدا عقل مندوں سے نہ کرائے۔ لیجیے صاحب آیات مثبتہ شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہو کر سنیے اور برائے خدا متن رسالہ کو دیکھ کر آئندہ کو ایسے دعوی سے باز آیئے۔ خدا کا خوف تو بڑی نعمت ہے لوگوں کے سامنے رُسوا ہونے سے شرمایئے۔ خدا گواہ ہے کہ یہ بات صرف آپ کی اصلاح کے واسطے لکھی ہے ورنہ میرا مذہب نہیں ہے کہ کسی کو سخت بات کہوں۔۱۲

اُن کے اپنے کلام میں اِقرار متواتر موجود ہے کہ میں شفاعت گناہ گاروں کی کروں گا سواس سے پادری صاحب جواب نہیں مانگتے ہیں صرف جوابِ قرآنی مطلوب ہے، اس لیے اُن کو واجب تھا کہ سوال اس طرح سے کرتے کہ قرآن میں وہ کون سی آیت ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب محمد صاحب صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت گناہ گاراں کریں گے۔

تو ہم اس کا جواب یوں دیں گے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیتوں سے ثابت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خدائے کریم کی جناب سے ماذون الشفاعۃ ہیں اور گناہ گاروں کی شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت سے گناہ گار بخشے جائیں گے۔اس باب میں تین آیت کے لکھنے پر اِکتفا اس لیے کرتا ہوں کہ جب تین حاکم متفق ہوکر کوئی مقدمہ فیصل کرتے ہیں تو بموجب قانون اہل تثلیث کے اس حکم کے اپیل کی گنجائش نہیں رہتی ہے۔

پہلی آیت سورۂ عمران (۴س)(۳پ)(ار) میں ہے :

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ o (سورۂ آل عمران:۱۵۹/۳)

ترجمہ: پس خدا کی رحمت سے تُو نرم ہوا اُن کے لیے اور اگر ہوتا تُو سخت گو درشت دل البتہ لوگ بھاگ جاتے تیرے پاس سے،تُو معاف کر ان سے اور بخشش مانگ ان کے لیے اور مشورہ کر ان سے کام میں پس جب تُو پکا قصد کرے تو پس بھروسا کر اللہ پر تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے توکل کرنے والوں کو۔

دوسری آیت سورۂ نساء (۵س)(۲پ)(ار) میں ہے :

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا o (سورۂ نساء:۶۴/۴)

ترجمہ: اور تحقیق وہ لوگ جب اپنے نفسوں پر ظلم کرکے تیرے پاس آئیں پس خدا سے بخشش مانگیں اور رسول یعنی تُو بھی ان کے لیے بخشش مانگے یعنی شفاعت کرے تو

ضرور پائیں گے خدا کو رحمت سے رجوع کرنے والا مہربان۔

تیسری آیت سورۂ توبہ(۱۱س)(اپ)(۲ر)میں ہے :

خُذْ مِنْ اَمْوٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ o (سورۂ توبہ:۱۰۳/۹)

ترجمہ: یا محمد لے ان کے مالوں سے خیرات کہ ان کے ظاہر کو تُو پاک کرے اوران کے باطن کو بھی پاکیزہ کرے اس خیرات سے اور دعاے خیر کر ان کے لیے بے شک تیری دعا تسکین ہے یعنی آرام دنیا ہے ان کے لیے اور خدا سنتا جانتا ہے۔

ان تینوں آیتوں سے صراحۃً بتاکید شدید ثابت ہے کہ سید الانبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا مجرموں کی شفاعت کے لیے محکوم و مامور ہیں اور آپ کی شفاعت و دعا سے ان کے گناہ مغفور ہیں۔ **فَثَبَتَ الشَّفَاعَةُ مُطْلَقَةً** .

اگرچہ آیاتِ موعودہ لکھی گئی ہیں مگر اس لیے کہ پادری صاحب یہ نہ کہیں کہ سارے قرآن میں سے تین ہی آیت شفاعت کی نکلیں ایک چوتھی آیت اور بھی لکھ دی جاتی ہے جو سورۂ تحریم (۲۸س)(۴پ)(۵ر)میں ہے :

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمٰنِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ o

(سورۂ تحریم:۸/۶۶)

ترجمہ: قیامت کے دن خدا نبی اُمّی کو خوار نہ کرے گا یعنی اس کی شفاعت گناہ گاروں کے بارے میں قبول کرے گا اور خدا ان لوگوں کو بھی جو نبی امی پر ایمان لائے ہیں خوار نہ کرے گا یعنی ان کی شفاعت بھی رد نہ کرے گا نور دوڑے گا ان کے آگے اور دائیں ۔وہ کہیں گے اے ہمارے رب پورا کر دے ہم کو ہمارا نور اور ہم کو بخش دے تحقیق تُو ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امت مرحومہ کی قبولیت شفاعت اُخروی کا

ثبوت ہے اور واضح رہے کہ قرآنی قرینوں سے اس آیت میں سوائے شفاعت کے اور کچھ مراد نہیں لی جاسکتی ہے، کیونکہ قرآن سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین اور سارے نبی قطعی الجنۃ ہیں اور آپ کو بڑی بھاری فکر اپنی امت کی نجات کی ہے جیسا کہ ثبوت اس کا جواب سوالاتِ ماسبق میں لکھا گیا ہے۔(۱)

پس اگر قیامت کو آپ کی شفاعت سے مغفرت امت کی نہ ہوئی تو اس میں آپ کی خزی یعنی رُسوائی تھی پس اس رُسوائی کی نفی سے شفاعت ثابت ہوگئی پس قرآن سے متحقق ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اور برزخ میں اور قیامت میں شفیع ہیں۔ **اللّٰھم ارزقنا شفاعته ورفاقته آمین.**

سوال-٦

سورۂ بنی اسرائیل کے رکوع ۹ میں ہے: **عَسٰـــى اَنْ يَّبْـعَثَكَ رَبُّكَ مَـقَـامًـا مَّحْمُوْدًا**o لفظ مقام محمود کی نسبت تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے: **هُـوَ مُطْلَقٌ فِیْ كُلِّ مَقَامٍ يَتَضَمَّنُ كَرَامَةً** ۔یعنی مقام محمود عام ہے ہر مقام کو جس میں عزت ہو حالانکہ اوپر نیچے کی آیت دیکھنے سے مدینے جا کر حضرت کو عزت ملنے کا ذکر ہے۔ پس اگر یہ مطلق اس قرآنی قرینے سے خاص مدینے والی عزت سے مخصوص سمجھا جاتا تو عین انصاف اور قرین قیاس بھی تھا مگر ابو ہریرہ کی حدیث کے سبب قرآنی قرینہ چھوڑ کر شفاعت کے مقام میں یہ مطلق کس دلیل سے خاص کیا جاتا ہے؟۔

(۱) یعنی سوال ۴ کے جواب میں افضلیت اور حرص مغفرت امت کا اور سوال اول کے جواب میں قطعیت کا ثبوت ہو چکا ہے۔فتذکر ۱۲۔منہ عفی عنہ۔

جواب(۱)

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: قرینہ نظم قرآنی کہ نظم عثمانی ہے قابل اعتبار نہیں اور کلام بیضاوی برتقدیر تسلیم احد احتمالات معانی آیت کریمہ ہے، لیکن ہمارے مذہب میں از بسکہ تفسیر بالرائے ممنوع ہے تو مدار تفسیر دانی کلام اہل بیت علیہم السلام پر ہے **فان اهل البيت أدرى بمافي البيت**. البتہ جو تفسیر کہ باقی ادلہ شرعیہ سے ثابت ہو وہ بھی حکم اخبار اہل بیت میں سے ہے۔اوراجماع مفسرین سے ثابت ہے کہ مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ہے: **وقد اجمع المفسرون على ان المقام المحمود هو مقام الشفاعة ألخ۔**

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ٦ کا جواب بھی تسلی بخش نہیں ہے بلکہ نادرست ہے۔قرآنی قرینہ کی بابت جو میں نے عرض کیا تھا اس کا جواب آپ نے یہ دیا کہ نظم قرآنی چونکہ نظم عثمانی ہے اس لیے قابل اعتبار نہیں ہے۔اس آپ کے بیان سے سارا قرآن غیر معتبر ہوگیا کیونکہ جب اس کی نظم نظم الٰہی نہیں ہے بلکہ عثمان نے اپنی مرضی سے ان آیتوں کو جو قرآن میں ہیں جوڑا ہے اور اس میں غلطی ہوئی ہے اور اس کی نظم وہ نظم نہیں ہے جو باگمان اہل اسلام لوح محفوظ سے نازل ہوئی تو اس صورت میں وہ ساری کتاب بگڑ گئی اور اس کی عبارت خبط ہوگئی، اس کے کسی قرینہ کا اعتبار نہ رہا، اس کا سیاق کلام کسی جگہ درست نہیں ہے۔اب اس سے مسائل اخذ کرنے درست نہیں رہے، لیکن میں آپ کی اس تحریر پر اعتراض نہیں کرتا ہوں بلکہ قبول کرتا ہوں کیونکہ یہ سچ بات ہے اور ضرور قرآن کی بے ربط عبارت آپ کے قول کی مؤید ہے، لیکن ایک مشکل ہے کہ اگر کوئی سُنّی مسلمان آپ سے یہ کہے کہ جب عثمان خلیفہ مرگئے تھے اور حضرت علی بادشاہ ہوئے تو انہوں نے قرآن کے نظم کو پھر درست کیوں نہ کیا یا تو وہ قرآن کے اس نظم کو درست جانتے ہوں گے یا وہ بھی عثمان کے اس گناہ میں شریک ہوئے اور آج تک اس بے اعتبار نظم کو اہل تشیع نماز میں کیوں پڑھتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ شیعہ لوگ اس کا کیا جواب دیں گے۔الخ

حقیر کہتا ہے کہ نظم قرآنی بے شک الٰہی نظم ہے آمنا وصدقنا۔مجتہد صاحب نے جو اس کو بے اعتبار کہا تو اس کا جواب اپنے مخلص پادری صاحب سے سن لیا اور جس کا اس نظم قرآنی پر ایمان ہو اس سے جواب پوچھنا چاہیے تھا جیسے کہ اس رسالہ کے متن میں جواب لکھے گئے ہیں۔ پادری صاحب اسی مطلب سے امرت سر سے لکھنو تک سوالات لے گئے کہ کسی نام کے مسلمان کی زبانی قرآن کی بے اعتباری کہلوا کر اپنی قوم میں ممتازی حاصل کروں سو قرآن کے نہ ماننے والے قرآن کو کیا کیا نہیں کہتے ہیں، مگر وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ اور قرآن کے نظم کے اعتبار کی بابت جواب سوال ١٣ میں لکھا جائے گا۔**فانتظرہ ١٢۔**

مقامِ محمود صرف کسی حدیث کے سبب سے مقام شفاعت پر محمول نہیں کیا جاتا ہے بلکہ قرینہ قرآنی سے مقام محمود شفاعت کے مقام پر حمل کیا گیا ہے۔ ذرا دھیان لگایئے عیاں کر کے سنائے دیتا ہوں اوپر نیچے کی آیت اور مقام محمود کی آیت تینوں یہ ہیں :

اَقِمَ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّکَ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ٥ (سورۂ بنی اسرائیل: ۱۷/۷۸-۸۰)

ترجمہ: اے محمد (ﷺ) قائم کر نماز کو وقت ڈھلنے سورج کے رات کی اندھیری تک یعنی چاروں نمازیں اور قرآن پڑھ فجر کو نماز میں۔ تحقیق قرآن پڑھنا فجر کا ہے حاضر کیا گیا ہے یعنی دن رات کے فرشتے دیکھتے ہیں اور تھوڑی سی رات کو تہجد پڑھ ساتھ قرآن کے یہ زیادتی تیرے واسطے ہے یعنی نماز پنج گانہ سے نزدیک ہے کہ تجھے اٹھائے گا تیرا رب قیامت کو مقام محمود یعنی ایسے مقام میں جہاں سب تیری تعریف کریں اور کہہ یا محمد مجھے داخل کرائے رب ''مدخل صدق'' یعنی بہشت میں کیونکہ ''مدخل کریم'' اور ''مدخل صدق'' بہشت کا نام ہے اور مجھے نکال یعنی دنیا سے نکالنا سچا بعد تبلیغ احکام و ادائے پیام کے اور کر میرے لیے اپنے پاس سے غلبۂ مددگار۔(۱)

پس ان تینوں آیتوں سے جو قرینہ قرآنی ہے صاف ظاہر ہے کہ مقام محمود کسی دنیاوی رتبہ سے عموماً اور مدینہ والی عزت سے خصوصاً مراد رکھا نہیں جا سکتا ہے، اس لیے کہ ثواب اور ثمرہ نمازوں کا خصوصاً اور دوسرے اعمال صالحہ کا عموماً آخرت میں ملے گا جیسا کہ سورۂ کہف (۱۶س) (اپ) (۴ر) میں ہے :

(۱) چنانچہ جواب سوال اول میں لکھا گیا: نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَ نُدْخِلْکُمْ مُّدْخَلًا کَرِیْمًا ٥ ۱۲پارہ۵، النساء:۳۱۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا o (سورۂ کہف:۱۸/۱۰۸)

ترجمہ: تحقیق وہ لوگ کہ ایمان لاتے اور نیک کام کرتے ہیں تیار ہیں ان کے لیے بہشتیں فردوس کی مہمانیاں، ہمیشہ رہنے والے ہیں اس میں وہ لوگ اس سے تبدیل مکان نہ چاہیں گے۔

پس جب قرآن سے متحقق ہوا کہ مقام محمود ثمرہ ہے نمازوں کا اور دارالجزا روزِ قیامت ہے تو اب اس کو عزتِ دنیاوی مدنی پر محمول کرنا جس کو پادری صاحب مطابق قرینہ قرآنی عین انصاف اور قرین قیاس سمجھ رہے ہیں خلاف منطوقِ قرآنی و برعکس سیاق وسباقِ کلامِ ربانی ہے۔اور عموماً لفظ بنا بر تعظیم کے ہے یعنی قیامت کے دن آپ کو ایسے معظم مقام پر قیام ہوگا جہاں سب ادنیٰ سے اعلیٰ تک آپ کے ثناخواں ہوں گے۔موضح القرآن میں 'مقاماً محموداً' کے نیچے لکھا ہے :

فائدہ: یعنی نیند سے جاگ کر قرآن پڑھا کر یہ حکم سب سے زیادہ تجھ پر کیا ہے کہ تجھ کو بڑا مرتبہ دینا ہے وہ تعریف کا مقام، مقام ہے شفاعت کا جب کوئی پیغمبر نہ بول سکے گا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عرض کر کے خلقت کو چھڑائیں گے تکلیف سے۔انتہیٰ

جب آپ کی شفاعت سے ساری خلقت تکلیف سے چھوٹی تو اس لیے اس شفاعت کا نام 'شفاعت کبریٰ' رکھا گیا۔اور یہ بھی واضح رہے کہ پادری صاحب نے عبارت بیضاوی کا ماقبل مابعد حذف کر کے صرف ایک درمیانی فقرہ نقل کیا اور اس کو منافی مقام شفاعت سمجھ لیا حالانکہ تمام عبارت بیضاوی متعلقہ اس مقام کے دیکھنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مقام محمود مقام شفاعت ہے :

قال البیضاوی فی تفسیر قولہٖ تعالی عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا: مَقَامًا يَحْمَدُهُ الْقَائِمُ فِيْهِ وَكُلُّ مَنْ عَرَفَهٗ وَ هُوَ مُطْلَقٌ فِيْ كُلِّ مَقَامٍ يَتَضَمَّنُ كَرَامَةً وَالْمَشْهُوْرُ اَنَّهٗ مَقَامُ الشَّفَاعَةِ . الخ

یعنی فرائض اور نوافل کے ادا سے قریب ہے کہ اٹھائے گا تجھے خدا یعنی بعد الموت ایسے مقام میں کہ جہاں تیری تعریف کریں گے سب کھڑے ہونے والے اس مقام کے اور

ہر جان پہچان تمہارے اور یہ مقام ہر کرامت والے مقام کو عام ہے اور مشہور یہی ہے کہ بے شک یہ مقام شفاعت کا ہے۔

پس جب بیضاوی خود اقرار بتاکید بسیار کرتا ہے کہ یہ مقام شفاعت ہے تو اس کی عبارت کے ماقبل مابعد کو حذف اور ایک درمیانی فقرہ کو اخذ کر کے نفی شفاعت کرنا ایسا کام ہے کہ ادنی دانش مند بھی اس کو دیکھ کرنا پسند کریں گے۔اور بیضاوی کیا دوسرے مفسرین بھی اس مقام پر شفاعت کا اقرار کر رہے ہیں اس لیے کہ لفظ مقام اور قیام بموجب قرینہ قرآنی کے صاف بتا رہا ہے کہ یہ معاملہ قیامت میں ہوگا اگرچہ یہ قرینہ بہت سی آیات سے ثابت ہے مگر شہادۃً ایک آیت سورۂ زمر (۲۴س)(اپ)(۴ر) کی لکھی جاتی ہے :

وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَا ھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ o (سورۂ زمر:۳۹/۶۸)

ترجمہ: اور پھونکا جائے گا صور میں پس بے ہوش ہو جائیں گے آسمان والے اور زمین والے مگر جس کو خدا چاہے پھر پھونکا جائے گا صور میں دوبارہ پس ناگاہ وہ کھڑے ہوں گے دیکھتے یا انتظار کرتے۔

اب دوسری تفسیروں کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں: تفسیر مدارک میں مقامِ محمود کے بیان میں لکھا ہے:

وَ ھُوَ مَقَامُ الشَّفَاعَۃِ عِنْدَ الْجُمْھُوْرِ .

یعنی مقام محمود شفاعت کا مقام ہے جمہور کے نزدیک۔

اور تفسیر جلالین میں ہے :

[عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا] یَحْمَدُکَ فِیْہِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ وَ ھُوَ مَقَامُ الشَّفَاعَۃِ فِی فَصْلِ الْقَضَاءِ فِی الْاٰخِرَۃِ .

یعنی مقام محمود وہ جگہ ہے جہاں تعریف کریں گے سب اولین وآخرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور وہ شفاعت کا مقام ہے فصل قضا میں قیامت کے دن۔

اور تفسیر حسینی میں ایسا ہی تفصیل وار لکھا ہے۔پس اب ان سارے منقولات سے عموماً اور ان چاروں تفاسیر سے جن سے پادری صاحب نے سوال ۸ میں سند پکڑی ہے خصوصاً ثابت ہوگیا کہ

مقام محمود مقام ہے شفاعت کبریٰ کا جومخصوص ہے بذاتِ سرور کائنات خلاصۂ اولاد آدم سبب ایجاد ہژدہ ہزار عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللّٰهُمَّ إنا آمنا به صلی اللّٰه علیه وسلم و لم نره فمتعنا اللهم فی الدارین برؤیته وشفاعته و ثبت قلوبنا علی محبته وارزقنا الاعتصام بالنور الذي أنزلته علیه واستعملنا علی سنته و توفنا علی ملته واحشرنا فی زمرته الناجیة و حزبه المفلحین آمین یا رب العلمین آمین امین .

سوال-۷

سورۂ بقر کے ۳۴ رکوع میں ہے: من ذا الذی یشفع عنده إلا باذنه اس مقام پر شفاعت کے باب میں آنحضرت کی نسبت وجہ خصوصیت کس طرح قرآن سے پیدا ہوتی ہے کہ ان کو ہی اذن ہوگا دوسرے کو نہیں؟۔

جواب (۱)

پانچویں سوال کے جواب میں آپ کی ماذونیت شفاعت کے دلائل اور چوتھے سوال کے جواب میں آپ کی شفاعت کبریٰ کی مخصوصیت کی سندیں قرآن سے لکھی گئی ہیں اور دوسرے شفعا کی شفاعت سے کوئی اہل اسلام انکار نہیں کرسکتا ہے بلکہ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماذون الشفاعت ہیں اور شفاعت کبریٰ آپ سے مخصوص ہے اور دوسرے شفعا بھی علیٰ حسب المراتب شفاعت کریں گے چنانچہ جواب سوال ۳، ۴، ۵ میں مفصلاً بیان ہو چکا ہے۔ **من شاء فلینظر ثمّه .**

---

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: یہ لفظ قرآن سے تخصیص نہیں مگر بالا جماع وحدیث مطلب تمام ہوتا ہے۔
پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۷ کا جواب بہت درست ہے یعنی قرآن سے آنحضرت صلعم کی تخصیص نہیں نکلتی مگر اجماع اور حدیث کلام اللہ نہیں ہے جس کی بات کا اعتبار ہو۔۱۲

سوال۔۸

سورۂ والضحیٰ میں ہے:و لسوف یعطیک ربک فترضی خدا تجھے دے گا تو راضی ہوگا۔جلالین میں ہے: آخرت میں اچھی چیزیں دے گا۔تفسیر بیضاوی میں ہے: کمال نفس اور غلبۂ دین دے گا۔تفسیر حسینی میں ہے: مرتبۂ شفاعت دے گا۔تفسیر مدارک میں ہے: ثواب اور مقام شفاعت۔پس اس عام بات سے خاص مرتبۂ شفاعت کس قرآنی آیت کی برانگیختگی سے سمجھا جاتا ہے؟۔

جواب(۱)

(۱) مجتہد صاحب کا جواب پادری صاحب کے سوال کے جواب میں یہ ہے: کسی تفسیر کی عبارت منافی دوسری تفسیر کے نہیں ہے اور جمع سب کا مدارج دنیوی واخروی میں ہے واجمع اکمل چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ہے:

سیعطیک ربک فی الاخرة من الشفاعة والحوض و سائر انواع الکرامة فیک و فی امتک ما ترضی به .

اور تفسیر صافی میں ہے:**عن الصادق قال یعطیک من الجنة العارة .**

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے:سوال ۸ کا جواب یہ ملا کہ کسی تفسیر کی عبارت منافی دوسری تفسیر کی نہیں ہے یہ کیسی بات ہے۔کیا آپ کے نزدیک الفاظ غلبۂ دین، کمال نفس، آخرت میں اچھی چیزیں، ثواب، مقام شفاعت وغیرہ مرادفات ہیں۔ان سب لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں، یہ ہرگز نہیں ہے بے شک مختلف معنی ہیں اور تفسیروں میں منافیات ہے اور فعل **یعطیک** ایک مفعول جو محذوف ہے اس کی تعیین کلام کے سیاق سے نہیں ہوسکتی ہے اور حدیث کا حاشیہ غیر معتبر بات ہے۔

حقیر کہتا ہے کہ متن میں ان تفاسیر سے اثبات شفاعت کا کیا گیا ہے اور حدیث کا حاشیہ غیر معتبر نہیں ہے بلکہ منصف کے نزدیک اناجیل اربعہ سے بڑھ کر معتبر ہے، اگرچہ احادیث متعلقہ جوابات رسالہ ہذا کا ماننا پادری صاحب پر بموجب ان کے اقرار کے واجب ہے جیسا کہ متن میں اس کی تشریح کی گئی ہے۔تاہم جواب ان پانچ اعتراضات کا جو پادری صاحبان احادیث پر کیا کرتے ہیں اخیر رسالہ میں بھی لکھا جائے گا۔ان شاءاللہ ۱۲

اس مقام پر بھی پادری صاحب نے تفاسیر اربعہ کی عبارات کے ترجمہ میں تھوڑے تھوڑے فقرہ کا ترجمہ کر کے اپنا خیالی مطلب ثابت کیا اور اس آیت کو بانقل ترجمہ فقرۂ عبارات تفاسیر منافی مرتبۂ شفاعت سمجھ لیا حالانکہ اسی آیت سے بموجب تفسیر اور بیان ان چاروں تفسیروں کے مرتبۂ شفاعت ثابت ہے۔ کیونکہ تفسیر مدارک وحسینی سے تو خود پادری صاحب مرتبۂ شفاعت نقل کر چکے ہیں۔اب بیضاوی وجلالین کی عبارت لکھی جاتی ہے :

فی البیضاوی [و لسوف یعطیک ربک فترضی] وَعُدٌ شَامِلٌ لِمَا اَعُطَاهُ مِنُ کَمَالِ النَّفُسِ وَ ظُهُوُرِ الْاَمُرِ وَاِعُلَاءِ الدِّیُنِ وَ لِمَا ادَّخَرَ لَهُ مِمَّا لَا یَعُرِفُ کُنُهَهُ سِوَاهُ تَعَالٰی .

یعنی یہ آیت وعدہ شامل ہے ان چیزوں کو جوخدا نے دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال نفس وظہور حکم واعلاے دین سے دے دی ہیں اوران چیزوں کو جوخدا نے آپ کے لیے آخرت کا ذخیرہ رکھا ہے اوروہ ذخیرہ آخرت کا ایسا ہی ہے کہ اس کی کُنہ سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے

پس اظہر من الشّمس ہے کہ وعدۂ اُخروی رفع درجات اورشفاعت کا ہے۔

اورجلالین میں ہے :

وَ لَسَوُفَ یُعُطِیُکَ رَبُّکَ فِی الْآخِرَةِ مِنَ الْخَیُرَاتِ عَطَاءً جَزِیُلًا فَتَرُضٰی بِهٖ فَقَالَ صَلَی اللّٰهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ اِذًا لَا اَرُضٰی وَ وَاحِدٌ مِنُ اُمَّتِیُ فِی النَّارِ .

یعنی اور بے شک قریب تجھے دے گا تیرا رب قیامت میں اچھی چیزوں سے بھاری بخشش پس تُو خوش ہو جائے گا ساتھ اس کے پس اس آیت کے نزول پر آپ نے فرمایا کہ اب میں راضی نہ ہوں گا جب تک میری امت میں سے ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے گا۔

یعنی اپنی شفاعت سے سب کو دوزخ سے نکلوا کر اور بہشت میں داخل کروا کر تب راضی ہوں گا۔

اب ہر شخص یقین کرتا ہے کہ اس عبارت سے بہت بھاری ثبوت ہے شفاعت کا کیونکہ اس میں آپ کا اقرار ہے شفاعت کا ہر چند یہ اقرار حدیث میں ہے مگر اس کا ماننا پادری صاحب پر بھی لازم ہے کیونکہ نغمۂ طنبوری میں سوال ۱۱ کے جواب الجواب میں مان چکے ہیں کہ حدیثوں کی مدد جب مقبول ہو سکتی ہے کہ کوئی نص قرآن سے پہلے دکھلاتے ۔انتہی

چونکہ جواب سوالات ۳،۴،۵ میں آیاتِ مثبتہ شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکھی گئی ہیں تو اب ان پر اس حدیث کا بھی تسلیم کرنا فرض اور واجب ہو گیا اور نیز وہ آیات مذکورہ بالا جو نص ہیں شفاعت کے ثبوت میں اس آیت کو مرتبۂ شفاعت پر حمل کرنے کے لیے برانگیختگی کر رہے ہیں اور خصوص **وللاٰخرۃُ خیرٌ لکَ منَ الاوُلیٰ** جو ماقبل اسی آیت کے ہے ہزار زبان سے شفاعت پر حمل کرنے کے لیے ناطق ہے، اس لیے کہ مغفرت اخروی آپ کی تو یقینی ہے صرف امت کا غم دامن گیر تھا اب اس وعدہ نے جو بھاری امیدواری کا ہے اس سے بھی سبک دوش کر دیا تو اس پر آپ نے فرمایا کہ **إذا لا أرضی و واحدٌ من أمتی فی النار**۔

اب حق طلبی اور انصاف ورزی کا یہی تقاضا ہے کہ پادری صاحب شفاعت قرآنی کا انکار نہ فرمائیں گے بلکہ اپنے اقرار کا اشتہار کرائیں گے خدائے کریم انصاف عطا فرما کر سیدھے راستہ پر چلا دے اور میری اس مخلصانہ عرق ریزی اور بے غرضانہ دل سوزی کو سبب اصلاح و فلاح کا فرما دے۔ **إنه علی کل شیی قدیر و بالاجابة جدیر .**

سوال-۹

عصمت انبیا کے کیا معنی ہیں؟ آیا پیدائش سے موت تک ان کا گناہ میں پڑنا ناممکن ہے، یا نبوت کے بعد گناہ نہیں کر سکتے، یا کوئی اور معنی عصمت انبیا کے ہیں؟۔

جواب (۱)

محققین اہل سنت و جماعت کے نزدیک انبیا صلوات اللہ علیہم اجمعین کی عصمت کے یہ معنی ہیں کہ انبیا علیہم السلام کبھی معاصی میں نہیں پڑتے ہیں اور کوئی کام خلافِ مرضی حق تعالیٰ نہیں کرتے ہیں کیونکہ قرآن میں ان کے اور فرشتوں کے حق میں فرمان ہیں :

عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ٥ (۲)

چنانچہ ترجمہ ان کا تیسرے سوال کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ امام ابوشکور سالمی نے تمہید عقائد میں اور حضرت عبدالحق دہلوی نے تکمیل الایمان اور ان کے سوا دوسروں نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔(۳)

باقی رہا یہ کہ پادری صاحب جواب الجواب مجتہد صاحب میں لکھتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا سارے پیغمبروں میں یہ صفت پائی نہیں جاتی ہے، سو اگر مراد یہ ہے کہ آسمانی کتابوں میں نبیوں کے حالات میں بعض جگہ ایسا مذکور ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ معاذ اللہ وہ گناہ گار تھے چنانچہ سوال ۱۲ کا منشا یہی ہے تو اگرچہ اس کا مفصل جواب وہاں پر تحریر ہو گا اِلَّا یہاں بھی اتنا لکھنا ضروری ہے کہ انبیا علیہم السلام نے جو کچھ کیا اچھی نیت اور نیکی کے طور پر کیا صرف ہم شکلی سے ظاہر بینوں کے مذہب پر اس کو گناہ تصور کیا جاتا ہے، ورنہ خدا کے عدل کا کب اقتضا ہے کہ گناہ گاروں کو خلقت کی ہدایت کے لیے بھیجتا۔ بھلا جو خود گناہی ہو، وہ لوگوں کو گناہ سے کیا باز لائے گا اور اس کی ہدایت

---

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: مذہب حق میں عصمت انبیا کے یہ معنی ہیں کہ اول عمر سے آخر عمر تک لطف الٰہی ان کے شامل رہتا ہے اور وہ عمداً سہواً کوئی گناہ صغیرہ یا کبیرہ نہیں کرتے ہیں۔
پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۹ کا جواب بہت درست ہے۔ یہ میں قبول کرتا ہوں بالیقین شخص معصوم وہی ہے جو اول عمر سے آخر تک کوئی گناہ صغیرہ و کبیرہ عمداً یا سہواً نہ کرے لیکن حضرت عیسیٰ کے سواء سارے پیغمبروں میں یہ صفت نہیں پائی جاتی، بہر حال معصوم کی صحیح تعریف وہی ہے جو آپ نے بیان کی ہے۔۱۲

(۲) بندے ہیں عزت والے۔ بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہوتے ہیں وہ جانتا ہے۔ پارہ ۱۷، الانبیا: ۲۷۔۲۶

(۳) چنانچہ تحفہ دستگیریہ میں ان کتابوں کی عبارتیں مع دوسری کتابوں کے لکھی گئی ہیں۔۱۲ منہ عفی عنہ

سے کون راہِ نیک پر آئے گا۔پیغمبری اوراحکام رسانی کیا! گناہ گاری اور بے فرمانی ربانی کیا!!۔

اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے بھی ایسے معاملات جو دسویں باب انجیل مرقس اور اٹھارہویں باب انجیل لوقا کی ۱۸ آیت سے اور بائیسویں، زبور کی ۱،۲ آیت اور انجیل متی ستائیسویں باب کی ۴۶ آیت سے ثابت ہے تو اس کا جواب بھی اسی طور دینے ہوں گے۔پس انصاف سے بعید ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کو مستثنیٰ گنا جاتا ہے اور یہ معاملہ برخلاف کتب الہامی تعصب مذہبی کہلاتا ہے پس حق وہی ہے جو قرآن میں فرمان ہے :

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۝ (۱)

سوال-۱۰

لفظ 'صالحین' اور 'معصومین' میں کیا فرق ہے؟۔

جواب (۲)

منشا اس سوال کا ضرور ہے کہ یہی ہوگا کہ قرآن میں لفظ 'صالحین' کا اطلاق جیسا کہ انبیا پر آیا ہے ویسا ہی غیر انبیا پر ہے حالانکہ 'صالحین' عام ہے اور 'معصومین' خاص پس قرآن سے عصمت انبیا کیونکر ثابت ہوئی۔سو یہ محض خام خیال ہے کیونکہ ہر چند عصمت انبیا کی بہت سی آیات سے منصوص ہے چنانچہ جواب سوال ۳،۹ میں ایک آیت لکھی گئی ہے مگر ان آیات سے بھی جن میں لفظ 'صالحین' کا اطلاق انبیا پر آیا ہے انبیا کی عصمت ثابت ہے اس وجہ پر کہ صلاح دو قسم ہے :

(۱) ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔پارہ۳،البقرۃ:۲۸۵

(۲) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے:معنی لفظ ''معصوم'' کے سابق سے مستفاد ہوتے ہیں اور ''صلح'' کے معنی نیک کے ہیں پس نسبت دونوں میں عام وخاص مطلق کی ہے۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۱۰ کا جواب بھی میں تسلیم کرتا ہوں۔ضرور لفظ صلح ومعصوم میں عام وخاص مطلق کی نسبت ہے۔معصوم خاص ہے اور صلح عام ہے۔

حقیر کہتا ہے کہ اب پادری صاحب کو یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ لفظ ''صالحین'' کا اطلاق جب انبیا پر قرآن میں ہوگا تو بمعنی معصومین مراد لیے جائیں گے چنانچہ تحقیق اس کی متن میں شرح کی گئی ہے۔۱۲

ایک صلاح کامل۔اوردوسری صلاح ناقص۔

باعتبار صلاح کامل کے جس کو'عصمت' کہتے ہیں انبیا صالحین ہیں۔سورۂ انبیا(۱۷س)(۲پ)(۲ر)میں ہے :

وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ وَ ذَاالْکِفْلِ کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ o (۱)

بیضاوی میں لکھا ہے :

اَلْکَامِلِیْنَ فِی الصَّلَاحِ وَ هُمُ الْاَنْبِیَاءُ فَاِنَّ صَلَاحَهُمْ مَعْصُوْمٌ عَنْ کَدَرِ الْفَسَادِ .

یعنی کاملین صلاح میں انبیا علیہم السلام ہیں اس لیے کہ ان کی صلاح یعنی نیکوکاری پاک ہے کدورت فساد سے۔

اور نیز پہلے سوال کے جواب میں لکھا گیا ہے :

وَ زَکَرِیَّا وَ یَحْیٰی وَ عِیْسٰی وَ اِلْیَاسَ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ o (۲)

بیضاوی لکھتا ہے :

اَلْکَامِلِیْنَ فِی الصَّلَاحِ وَ هُوَ الْاِتْیَانُ بِمَا یَنْبَغِیْ وَالتَّحَرُّزُ عَمَّا لَا یَنْبَغِیْ .

یعنی انبیا علیہم السلام کامل ہیں نیکوکاری میں کہ لائق کام کرتے ہیں اور نالائق کام نہیں کرتے ہیں۔

اور اس صلاح کامل پر برانگیختگی کے واسطے وہ ہی آیت کافی ہے جو جواب سوال ۳،۴ میں لکھی گئی ہے، پس ثابت ہوا کہ انبیا پر جب اطلاق صالحین کا ہوتا ہے تو بمعنی معصومین مراد لیا جاتا ہے اور باعتبار اس صلاح کے جو انبیا کے صلاح کی نسبت ناقص ہے'صالحین' نیکوکاران امت پر بھی بولا گیا ہے۔سورۂ نسا(۵س)(۲پ)(۲ر)میں ہے :

(۱) اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو(یاد کرو)وہ سب صبر والے تھے۔اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا بے شک وہ ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں ہیں۔پارہ ۱۷،الانبیا:۸۶۔۸۵

(۲) اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں۔پارہ ۷،الانعام:۸۵

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ o (سورۂ نساء:۶۹/۴)

ترجمہ: اور جو کوئی حکم مانتا ہے خدا اور رسول کا پس وہ لوگ ساتھ ان کے ہیں جن پر نعمت کی ہے اللہ نے انبیا اور صدیقین اور شہداء اور صالحین سے۔

پس اس آیت میں صالحین انبیا سے چوتھے درجہ پر شمار اور کم اعتبار ہیں۔

سوال-۱۱

قرآن میں وہ کون سی آیت ہے جو عصمت انبیا پر نص ہے۔ سورہ اور آیت کا نشان بتلا کر وہ آیت اور اس کے معنی کسی معتبر تفسیر سے لکھ دیں؟۔

جواب(۱)

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: عصمت انبیا آیات عدیدہ سے مستنبط ہے مثل کریمہ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ اور بہ ضمیمہ روایات وادلہ عقلیہ مفید قطع ویقین ہیں ساتھ عصمت انبیا کے جیسا کہ تفصیل اس کی حضرت استاد علامہ نے اپنی تفسیر میں اور تحفۃ الواعظین میں تحریر فرماتے ہیں اور کتاب **صولة علوية للذب عن الملة المحمدية** میں بھی باتم تفصیل ذکر فرمایا ہے اور کتاب حدیقہ سلطانیہ اور عماد الاسلام میں ہے اور من جملہ آیات کریمہ **لا ينال عهد الظالمين** کہ پارہ اول کے آخر میں ہے اور تفسیر مجمع البیان میں ہے: **و استدل اصحابنا بهذه الآية على ان الامام لايكون الا معصوما عن القبائح لان الله تعالى نفى ان ينال عهده الذى هو الامامة ظالما و من ليس معصوم فقد يكون ظالما اما لنفسه و اما لغيره انتهى .**

اور عماد الاسلام میں ہے :

و منها ان النبى لو كان عاصيا فكان من الظالمين و قد قال تعالى لا ينال عهد الظالمين قال الرازى فى تفسير كبير المراد بهذا العهد انا عهد النبوة او عهد الامامة فان كان المراد عهد النبوة ثبت المطلب و ان كان عهد الامامة فكذلک لان كل نبى لابد ان يكون اماما يو تم به و يقتدى به فا الاية على جميع التقديرات تدل على ان النبى لا يكون مذنبا انتهى....

چونکہ بعض کتب اسلامیہ میں ہے کہ انبیا کی عصمت عقلی دلیلوں سے ثابت ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ انبیا مصدر گناہاں ہوئے ہیں تو شاید کسی ایسی کتاب کے دیکھنے سے پادری صاحب کو باور ہو گیا ہے کہ انبیا کی عصمت قرآن سے ثابت نہیں اس لیے اس سوال میں زور وشور سے لکھا ہے کہ سورت اور آیت کا نشان بتلا کر وہ آیت اور اس کے معنی کسی معتبر تفسیر سے لکھ دیں۔

سو حقیر نے تو اِبتدا سے اِنتہا تک آیتوں کو پتہ وار مع ترجمہ مطابق تفاسیر معتبرہ پادری صاحب کے لکھ دیا ہے۔ اب یہاں پر بھی پتہ وار لیجیے کہ ایک تو وہ آیت نص ہے عصمت انبیا پر جو جواب سوال سوم میں پتہ وار مع ترجمہ کے اور نیز جواب سوال نہم میں لکھی گئی ہے جس میں یہ ارشاد ہے :

وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ (۱)

اس جگہ فعل'' یعملون'' پر'' بامرہ'' مفعول کو مقدم کرنے سے جو حصر نکلے تو اس نے صراحتًہ یہ بات ثابت کر دی کہ انبیا اور فرشتے حکم الٰہی کے ہی مطابق کام کرتے ہیں خلاف مرضی مولیٰ تعالیٰ قدم نہیں دھرتے ہیں۔ یہاں پر اگر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ بعض تفاسیر مشہورہ میں یوں لکھا ہے کہ جب خزاعہ نے کہا تھا کہ ملائکہ خدا کی بیٹیاں ہیں تب خدا نے ان کے رد میں یہ فرمایا تھا:

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ (۲)

(بقیہ)....اور علاوہ اس کے اور بہت سی آیات ہیں کہ دلالت مطلوب پر رکھتی ہیں اور تفصیل ان کی عماد الاسلام میں مرقوم ہیں۔

جواب الجواب پادری صاحب کا تمام نہیں لکھا جاتا ہے کیونکہ ان دونوں آیتوں سے جو مجتہد صاحب استنباط عصمت کیا ہے ان کا جواب پادری صاحب نے درست دیا ہے کہ ان سے عصمت منصوص نہیں مگر جو اس جواب الجواب کے اخیر میں آیت انہ کان ظلوما جھولا کو حضرت آدم کے حق میں لکھا ہے یہ محض ان کی ناحق بات ہے کیونکہ یہ آیت ایک کافر کے حق میں ہے۔ حضرت آدم تو علم میں سب فرشتوں سے بڑھ کر مسجود ملائکہ ہیں ان کو خدا'' جھول'' کیوں کر کہے گا اور جب ان کے زلہ کو خدا نے بخش دیا پھر ان کو'' ظلوم'' کہنا جیسا کہ جواب سوال ۱۳ میں مفصل ذکر اس کا آئے گا۔۱۲

(۱) اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہوتے ہیں وہ جانتا ہے۔ پارہ ۱۷، الانبیا:۲۷

(۲) اور بولے رحمٰن نے بیٹا اختیار کیا۔ پاک ہے وہ بلکہ بندے ہیں عزت والے۔ پارہ ۱۷، الانبیا:۲۶

سواس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیتیں ملائکہ کے حق میں ہیں انبیا اس میں کیوں شامل کیے جاتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہیں تفاسیر میں یہ بھی لکھا ہے :

اِنَّ الْعِبْرَةَ لِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا لِخُصُوْصِ السَّبَبِ .

یعنی اعتبار عموم الفاظ پر ہے خصوصیت سبب نزول کا کچھ اعتبار نہیں۔

یعنی اس میں انحصار نہیں پس متحقق ہو گیا کہ اگر چہ سبب نزول اس کا حاصل ملائکہ میں مگر عموم لفظ ولد کا اعتبار کر کے انبیا پر بھی حاوی ہے، کیونکہ جیسا کہ کفار ملائکہ کو بیٹیاں کہتے ہیں ویسا ہی انبیا کو بیٹے مانتے ہیں۔ **کما مر ثبوته مفصلا فی جواب السوال الثالث .**

پس بموجب منشا قرآن کریم کے یہ ارشاد انبیا اور ملائکہ دونوں کے حق میں وارد ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ انبیا کو عصمت نے ہی ملائکہ سے بڑھا دیا ہے، اس لیے کہ ان کی عصمت باوصف تقاضا ہاے بشریت کے اقویٰ ہے ان کی عصمت سے کمالا یخفیٰ۔

اور دوسری وہ آیتیں سند ہیں عصمت انبیا پر جن میں انبیا کو 'صالحین' فرمایا ہے اور معتبر مفسروں نے ان کے معنی میں عصمت یعنی 'صلاح کامل' مراد رکھ کر اس کی سند میں یہ قاعدہ کلیہ اُصولیہ کہ **اَلْمُطْلَقُ یَنْصَرِفُ اِلَی الْفَرْدِ الْکَامِلِ** سنایا ہے جیسا کہ کچھ مختصر ذکر اس ثبوت عصمت کا جواب سوال ۱۰ میں تحریر ہوا ہے۔ **فتذکر .**

اور تیسری آیت سورۂ انبیا (۱۷س) (۲پ) (ار) میں ہے :

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّکٰوةِ وَ کَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ o (سورۂ انبیاء:۲۱/۷۳)

ترجمہ: اور ہم نے بنایا انبیا کو پیشوا کہ ہدایت کرتے ہیں لوگوں کو ہمارے حکم سے اور ہم نے حکم بھیجا ان کی طرف اچھے کاموں کا اور اقامت نماز کا اور دینے زکوۃ کا اور تھے وہ سارے نبی ہماری ہی بندگی کرنے والے۔

اس آیت کی تینوں صفات انبیا علیہم السلام سے ثابت ہیں کہ انبیا خدا کی بے فرمانی سے پاک ہیں کیا معنی کہ اول تو وہ سب لوگوں کے پیشوا اور ہادی اور رہنما ہیں۔ دوسرا ان کو خدا سے اچھے کاموں کا حکم ہے۔ تیسرا وہ خاص خدا کی عبادت کرنے والے ہیں اور اسی سورہ (۱۷س) (۲پ)

(۲ر) میں ہے :

اِنَّهُمۡ كَانُوۡا يُسٰرِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ o (سورۂ انبیاء:۲۱/۹۰)

یعنی تحقیق وہ سارے نبی تھے چالاک نیکیوں میں۔

پس کب ممکن ہے کہ جن کی خدا تعالیٰ ایسی صفات کرے تو وہ خلاف مرضی خدا کوئی کام کریں اور گناہ میں پڑیں۔

اور چوتھا آیاتِ مثبتہ عصمت یہ ہیں۔ سورۂ عمران (۳س) (۳پ) (۲ر) میں ہے :

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ o (سورۂ آل عمران:۳/۳۱)

ترجمہ: کہہ دے یا محمد (ﷺ) اگر تم دوست رکھتے ہو خدا کو تو میری پیروی کرو خدا تم کو دوست رکھے گا۔

اور سورۂ احزاب (۲۱س) (۴پ) (۳ر) میں ہے :

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ o (سورۂ احزاب:۳۳/۲۱)

ترجمہ: تحقیق ہے تمہارے لیے پیغمبر آخر الزمان کے احوال میں اچھی پیروی۔

ان دونوں آیتوں میں تمام مکلفین کو حکم ہے کہ ہر وجہ اور ہر کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں۔

پھر سورۂ الذٰریٰت (۲۷س) (اپ) (۲ر) میں ہے :

وَ مَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ o (سورۂ ذاریات:۵۱/۵۶)

ترجمہ: اور ہم نے جن اور آدمیوں کو پیدا نہیں کیا مگر اپنی عبادت کے واسطے۔

اور سورۂ لم یکن (۳۰س) (۴پ) میں ہے :

وَ مَا اُمِرُوۡا اِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ o (سورۂ بینہ:۹۸/۵)

ترجمہ: اور لوگ حکم نہیں کیے گئے مگر یہ کہ خدا کی عبادت کریں خالص رکھنے والے اس کے لیے دین۔

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہے کہ مکلفین کی پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ اپنے معبود واحد

حقیقی کی عبادت کریں۔اورسورۂ مریم (١٦س)(٢پ)(٢ر)میں ہے :

اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا o (سورۂ مریم:۱۹/۴۴)

ترجمہ: تحقیق شیطان خدا کا بےفرمان ہے۔

اورسورۂ تحریم (٢٨س)(٤پ)(٥ر)میں ہے :

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ o (سورۂ تحریم:۶۶/۶)

ترجمہ: اورفرشتے خدا کے حکم کی بےفرمانی نہیں کرتے ہیں اور جو حکم ہوتا ہے سو بجا لاتے ہیں۔

ان دونوں آیتوں سے متحقق ہوا کہ شیطان کو طغیان وعصیان اور ملائکہ کو اطاعت واذعان فرمان لازم ہےاوراکثر مکلفین کا یہ حال ہے :

خَلَطُوْا عَمَلاً صٰلِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا o (سورۂ توبہ:۹/۱۰۲)

ترجمہ: ملایا اچھے کاموں کو بُرے کاموں سے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ آدمی کی جبلت میں طغیان اوراذعان فرمان دونوں سے پارہ پارہ رکھا گیا ہے۔کبھی مصدر خیر اور کبھی مصدر شر ہوجاتا ہے۔پس ان ساری آیتوں سے نتیجہ یہ نکلا کہ ذاتِ ملکی صفاتِ سرورکائنات علیہ الصلوۃ شائبۂ شیطانی سے جومصدرِعصیاں ہےمبرااور پاک ہے، عصمت میں طاق ہے کہ آپ کی پیروی اوراتباعِ مطلق سے وہ لوگ جومصدرِخیروشر ہیں محبوبِ جناب رب العالمین ہوجاتے ہیں۔یہاں تک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا بیان تھا۔

اب دوسرے نبیوں کی عصمت کا ثبوت سنیئے کہ سورۂ انعام (٧س)(٤پ)(٢ر)میں ہے یعنی بعدذکرانبیاعلیہم السلام کےآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشادہوا ہے :

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ o (سورۂ انعام:۶/۹۰)

ترجمہ: یہ سب پیغمبر وہ ہیں کہ خدانے ان کو ہدایت کی پس ان کی ہدایت کی تو پیروی کر۔

اب اس آیت میں آپ کو اگلے سب نبیوں کی ہدایت کی پیروی کا امر ہےتو اس سے دریافت ہوا کہ پہلے سارے نبی بھی معصوم ہیں، ورنہ غیر ممکن ہے کہ نبی معصوم کو غیر معصومین کی ہدایت کی اقتدائے مطلق کا حکم ہوتا۔

فثبت أن الأنبياء عليهم السلام كلهم معصومون لايعصون الله ما أمرهم و يفعلون ما يؤمرون .

یہاں پر محفوظ رہے کہ اگلے سارے نبی جناب الٰہی سے آں سرور علیہ السلام کی فرماں برداری اورایمان سے مددگاری پر مامور ہیں جیسا کہ چوتھے سوال کے جواب میں قرآن سے لکھا گیا ہے، اورآپ کوآپ کی ہدایت یعنی توحید کی اقتدا کا حکم ہوا ہے، پس آپ گویاان کے مصدق ہیں جیسا کہ اسی آیت میں 'مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ' فرمایا ہے فلا محذور۔(تو اب کوئی تناقض نہیں)۔

اور پانچویں آیت سورۂ جن (۲۹س)(۳پ)(۲ر) میں ہے :

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ o (سورۂ جن:۲۶/۲۷-۲۷)

ترجمہ: خداغیب دان ہے پس اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا ہے مگر رسول کو کہ اس کا پسندیدہ ہے۔

اس آیت میں 'ارتضی' کو مطلق اور عام لاکر 'من رسول' اس پسندیدہ مطلق کا بیان فرمایا ہے تو ثابت ہوا کہ تمام اخلاق و ملکات وقوی واعمال وافعالِ رسولان پسندیدۂ خدا ہیں۔ کیونکہ اگر کچھ ان سے پسندیدہ اور مرضی خدا ہوں اور بعض خلاف مرضی و ناپسندیدہ ہوں تو ارتضاے مطلق باطل ہوجاتا ہے، پس محقق ہوا کہ انبیا ہر گناہ سے معصوم ہیں اس لیے کہ سارے کام ان کے پسندیدہ خداے قیوم ہیں۔

اب یہاں پر ایک اور بات لائق سمجھنے کے یہ ہے کہ ان ساری آیاتِ محکمات سے یہ ثابت ہوا کہ انبیا علیہم السلام معصوم ہیں، بدیں معنی کہ ان کی سرشت میں وہ قوت ہی نہیں کہ جس سے مصدر عیاں ہوں اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عصیانِ خارجی بھی ان کی ذوات کا معروض نہیں ہوسکتا جیسا کہ پانی کے مزاج اور سرشت میں گرمی نہیں سردی ہے مگر ممکن ہے کہ حرارتِ خارجی عارض ہوکر اس کو گرم کردے۔ایسا ہی انبیا علیہم السلام اپنی سرشت کی رو سے ممکن نہیں ہے کہ گناہ کریں مگر یمکن کہ خارج سے کوئی گناہ ان کے احوال کا عارض ہو جائے، لیکن باوصف اس امکان کے بھی عروضِ عصیاں سے محفوظ ہیں، جیسا کہ سورۂ یوسف (۱۲س)(۴پ)(۲ر) میں ہے :

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ o

(سورۂ یوسف:۱۲/۲۴)

ترجمہ: ایسا ہی عصمت پر ثابت رکھا تا کہ ہم دُور کریں یوسف سے بدی اور بدکاری کو کیونکہ تحقیق وہ ہمارے خالص بندوں میں سے ہیں۔

یہ آیت جیسا کہ امکانِ عروضِ عصیاں پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر امکان نہ ہوتا تو صرف یعنی روکنا کس کام آتا ویسا ہی عروضِ عصیاں سے محفوظ ہونے پر بھی شاہد عدل ہے، اس لیے کہ اگر محفوظ نہ رہتے تو یہ صرف اور روکنا بے کار جاتا۔

الغرض انبیا علیہم السلام ہر گناہ سے معصوم ہیں کہ ان کی عصمت قرآن سے بخوبی منصوص ہے اور عقل بھی اس باب میں تابع نقل ہے۔ کیا معنی کہ عقل سلیم کب تسلیم کرتی ہے کہ ایک شخص خدا کی طرف سے لوگوں کو گناہوں سے روکنے کے واسطے مبعوث ہو اور خود گناہوں سے نہ رکے اور یہی سبب ہے کہ بعض تفاسیر وغیرہ دینی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ انبیا کی عصمت دلائل عقلیہ سے ثابت ہے۔ یعنی اس سے یہ مراد نہیں کہ صرف عقل سے ثابت ہے جیسا کہ بادی النظر میں شبہ پڑ جاتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ عصمت انبیا اگر چہ نقلاً ثابت ہے عقلاً بھی متحقق ہے یعنی عقل کو اس نقل کی تسلیم میں کچھ دقت عارض نہیں ہوتی ہے۔

فالحمد للّٰه الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدى لو لا أن هدانا اللّٰه

سوال-۱۲

قرآن میں لفظ عصیاں و ذنب بعض پیغمبروں کی نسبت مرقوم ہے اور بعض کبیرہ گناہ جیسے قتل کذب اَمر شکنی کا بھی ذکر بعض پیغمبروں کی نسبت لکھا ہے: مثل آدم کا امر شکنی کرنا۔ موسیٰ کا قبطی کو قتل کرنا۔ ابراہیم کا یہ جھوٹ بولنا کہ میں بیمار ہوں، یا آنحضرت کا غفرانِ ذنوب ہونا جیسا کہ مذکور ہے، اور اس کی تاویل یوں کرنی کہ ترکِ اولی اور زلات کا بیان ہے۔ پس کون سی قرآنی آیت ہے جس کے سبب یہ تاویل کی جاتی ہے؟۔

جواب (۱)

اول اس مقام پر دو باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں جن کے ذریعہ سے اس سوال کا جواب بسہولت ذہن نشین ہو جائے گا۔ پہلی بات یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر کام ہیں ان کی دو جہتیں اور دو

---

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: یہ سب آیتیں مأوّل ہیں اور تاویل ان کی تمام کتب کلامہ میں بہ بسط مذکور ہے اور تاویل ان کی ترک اولیٰ ہے اور باعث تاویل جمع بین الادلہ ہے اور موید اس کی احادیث صحیحہ مستفیضہ اور دلیل عقلی اور اجماعِ محققہ فرقہ حقہ ہے اور تفصیل اس کی کتب مبسوط میں مثل حدیقہ سلطانی اور عماد الاسلام وغیرہ کی ہے: من شاء فليرجع إليه اور ظاہر ہے کہ کوئی شخص ادنیٰ کی تحریر میں اگر ایک امر منافی دوسرے کے ہو تو صاحب عقل سلیم جزم نہ کرے گا تناقض پر بلکہ حتی الوسع وہ معنی لیے جائیں گے کہ برخلاف تصریح مصنف کے سابق میں نہ ہوں اس واسطے کہ کوئی عاقل ہوشیار ایسا نہیں کہ اس کی بات میں ثبات نہ ہو کبھی کچھ کہے کبھی کچھ پس بقرینہ سیاق وسباق کلام اس کا محمول ایسی وجہ پر ہوگا کہ تناقض لازم نہ آئے چہ جائیکہ کلام الٰہی پس اس میں بطریق اولیٰ وجوہ جمع منطبق ہوں گی اور علم اصول کافل طرق جمع ہے منشاء فلیرجع الیہ البتہ جس مقام پر جمع نہ ہو سکے بوجہ من الوجوہ تو وہاں پر اثبات تناقض ناگزیر ہوگا واذ لیس فلیس۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۱۲ کا جواب بالکل نادرست ہے۔ سوال یہ تھا کہ ایسے ایسے مضمون جو بعض پیغمبروں کی نسبت قرآن میں لکھے ہیں اور ان کی تاویل ترک اولیٰ کی جاتی ہے وہ کون سی آیت ہے جس کے سبب سے یہ تاویل کی جاتی ہے۔ جواب یہ ملا کہ یہ آیتیں سب ماوّل ہیں اور تاویل ان کی الخ۔ آپ کے جواب کی ساری تقریر صراحۃً یا اشارۃً سوال میں مذکور ہے۔ پھر جواب نے کیا فائدہ بخشا۔ وہ قرآنی آیت جو سوال میں مطلوب ہے اُس کا کیا جواب ہوا۔ ظاہر ایسا ہے کہ اس قسم کی آیت قرآن میں کوئی نہیں ہے۔ صاف کہا چاہیے کہ ایسی آیت کوئی نہیں ہے۔ اور جو فرمایا کہ باعث تاویل جمع بین الادلہ ہے۔ اور احادیث واجماع اور عقل اس کی مؤید ہے اور یہ کہ تناقض کلام رفع کے واسطے تاویل کی جاتی ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں قرآن کے درمیان تناقض پایا نہیں جاتا ہے، البتہ اجماعِ امت اور قرآن کے درمیان تناقض پایا جاتا ہے، کیونکہ قرآن میں عصمت انبیا کا ذکر نہیں ہے بلکہ جگہ جگہ عدم عصمت انبیا کا ذکر ہے اس مسئلہ میں وہ اپنے درمیان تناقض نہیں دکھلاتا ہے مگر اجماع امت جو آدمیوں کا حکم ہے وہ قرآن کے ساتھ تناقض پیدا کرتا ہے پس اس واہیاتِ تناقض کے سبب قرآن میں تاویل کر کے تحریف معنوی کیوں کی جاتی ہے اور اس اجماع کو باطل کیوں نہیں سمجھتے جو قرآن کے ساتھ متناقض ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ آیات عصمت کی اوپر گزر چکی ہیں اور جواب اس کا متن میں لکھا گیا ہے اس کو دیکھ کر تسلی ہو جائے گی۔۱۲

طرفیں ہوتی ہیں: ایک تو نیت اور مبادی جس کو مصدرِ افعال کہا جاتا ہے۔ دوسری پیکر و ہویت جو مظہر افعال کہلاتا ہے اور ظاہر ہے کہ مصدر ایک طور پر نہیں ہوتے ہیں۔

ایک کام کی شکل تو ایک ہی ہوتی ہے مگر نیتیں یعنی مصادر مختلف، اس لیے دیکھنے والا اس کام کا غلطی میں پڑ جاتا ہے۔ کیا معنی کہ جس نیت سے وہ کام کیا گیا ہے برخلاف اس کے دوسری نیت سے سمجھ لیتا ہے۔ چنانچہ پیکر نماز جو قیام رکوع سجود قعود میں منحصر ہے اگرچہ غالبًا بہ نیت خلوص للہ پڑھی جاتی ہے مگر ریا وسمعہ وغیرہ نیاتِ فاسدہ سے بھی اَدا کی جاتی ہے۔ سو جب کوئی نماز ریا کو بھی دیکھے گا تو اخلاص پر کہ اکثر مقصود یہی ہوتا ہے حمل کرے گا اور اس کو عبادت سمجھے گا حالانکہ نمازِ ریا طاعت و عبادت نہیں ہے۔

اسی طور سے بعض کام جن کی پیکر اور شکل خاص علاقہ عصیاں سے رکھتی ہے جیسا کہ کسی کو گالی دینا، کسی کا جانی مالی نقصان کرنا، کسی سے دست بگریباں ہونا کبھی کبھی نیک نیتی اور کسی مصلحت کے واسطے سرزد ہو جاتے ہیں پس دیکھنے والا بحسب ظاہر ان کو گناہ تصور کر لیتا ہے حالانکہ نیت نیک کے سبب سے وہ گناہ نہیں ہوتے ہیں۔

ومن ہذا القبیل ہے کہ بعض نرم مزاجوں نے جہادِ کفار کو ہم رنگ کشت وخون فساد وعناد تصور کر کے اسلام پر حرف رکھا ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ عنادِ دنیوی نفسانی جو گناہ ہے اور چیز ہے اور بغض للہ جو صواب وموجبِ اجر بے حساب ہے اور شے ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ مدارِ کاروبارِ بنی آدم نیات پر ہے، حسن وقبحِ صوری کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ سو اگر نیتوں میں کچھ قباحت ہے جیسا کہ عناد تکبر وہوا وہوس سے کوئی اچھی شکل کا کام بھی پیدا ہوگا تو وہ عنداللہ مذموم اور گناہ کہلائے گا۔ اور اگر نیت نیتی وخیر اندیشی سے کوئی بُری شکل کا کام بھی واقع ہوگا تو وہ خدا کے نزدیک صواب اور سبب اجر وثواب ہو جائے گا۔ اب اس کی مثال قرآن مجید سے لکھی جاتی ہے۔ سورۂ کہف (۱۵س) کے اخیر اور (۱۶س) کے ابتدا قصۂ ملاقات حضرت موسیٰ و خضر علی نبینا وعلیہم السلام میں ارشاد ہے:

حَتّٰٓی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیۡنَۃِ خَرَقَہَا قَالَ اَخَرَقۡتَہَا لِتُغۡرِقَ اَہۡلَہَا لَقَدۡ جِئۡتَ شَیۡئًا اِمۡرًا ﴿﴾ (سورۂ کہف:۱۸/۷۱)

ترجمہ: تا کہ جب دونوں یعنی موسیٰ وخضر کشتی میں سوار ہوئے خضر نے کشتی میں سوراخ کر دیے موسیٰ نے کہا کیا سوراخ کیا ہے کشتی میں تا کہ لوگوں کو غرق کر دے بے شک تو بُری چیز لایا۔

پھراس کے جواب میں یہ فرمایا :

اَمَّا السَّفِيۡنَةُ فَكَانَتۡ لِمَسٰكِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ فِى الۡبَحۡرِ فَاَرَدْتُّ اَنۡ اَعِيۡبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمۡ مَّلِكٌ يَّاۡخُذُ كُلَّ سَفِيۡنَةٍ غَصۡبًا ﴿سورۂ کہف:۷۹/۱۸﴾

ترجمہ: لیکن کشتی پس تھی مسکینوں کی جو دریا میں مزدوری کرتے تھے پس میں نے چاہا کہ اس کو معیوب کر دوں اور تھا ان کے پرے ایک بادشاہ کہ پکڑتا تھا بے عیب کشتیوں کو چھین کر۔

اور پھر لکھا ہے :

حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيۡرِ نَفۡسٍ لَقَدۡ جِئۡتَ شَيۡــًٔـا نُّكۡرًا ﴿سورۂ کہف:۷۴/۱۸﴾

ترجمہ: تا کہ جب وہ دونوں ملے ایک لڑکے کو پس خضر نے اس کو مار ڈالا، موسیٰ نے کہا کیا تُو نے بے گناہ آدمی کو قتل کر دیا بے شک بہت بُری بات کی۔

پھراس کے جواب میں یوں فرمایا :

اَمَّا الۡغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤۡمِنَيۡنِ فَخَشِيۡنَاۤ اَنۡ يُّرۡهِقَهُمَا طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا ۚ فَاَرَدۡنَاۤ اَنۡ يُّبۡدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيۡرًا مِّنۡهُ زَكٰوةً وَّاَقۡرَبَ رُحۡمًا ﴿سورۂ کہف:۸۱/۱۸﴾

ترجمہ: لیکن لڑکا پس تھے اس کے والدین مومن پس ہم ڈرے کہ گرفتار کرے گا وہ ماں باپ کو سرکشی اور کفر میں پس چاہا ہم نے کہ ان کا رب انہیں بدلہ دے اچھا اس لڑکے سے اور بہت مہربان۔

پس اب اگر چہ اس تحریر سے جواب سوال ۱۲ کا مستفاد ہو گیا ہے، اِلَّا تاہم کچھ اختصار کے طور پر علاحدہ کر کے بھی لکھا جاتا ہے تا کہ شبہ بکلی رفع ہو جائے اور معترض کو تسلی کلی حاصل آئے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت آدم کے باب میں جو امر شکنی متصور ہو اس کا یہ حال ہے کہ جب ان کو حکم ہوا :

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ٥ (سورۂ بقرہ:۳۵/۲)

یعنی تم دونوں میاں بیوی اس درخت کے نزدیک نہ جاؤ۔

تو اس پر شیطان نے ان کو کہا کہ یہ درخت ایسا ہے کہ جس کے کھانے سے تم ہمیشہ خداوند کے حضور میں رہو گے :

هَلْ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْکٍ لَّا یَبْلٰی ٥ (سورۂ طٰہٰ:۱۲۰/۲۰)

یعنی کیا میں تمہیں راہ دکھاؤں ہمیشگی کے درخت اور ملک غیر فانی پر۔

پھر اس پر خدا کی قسم بھی یاد کر دی۔

وَ قَاسَمَهُمَآ اِنِّی لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ٥ (سورۂ اعراف:۲۱/۷)

ترجمہ: اور ان سے قسم کھا کر کہا کہ تحقیق میں تمہاری نصیحت کرنے والے یعنی خیر خواہوں میں سے ہوں۔

پس اس پر حضرت آدم نے خداوند کریم کی ہمیشگی حضور کو پسند کر کے اور شیطان کی قسم پر اعتبار لا کر ایک شجرۂ منہیہ چھوڑ دیا اور دوسرے اس قسم کے درخت کا دانہ کھا لیا، تو اب ظاہر ہے کہ یہ امر شکنی نہ تھی بلکہ جھوٹی قسم کے دھوکہ میں آ کر خدا کی محبت سے یہ کام کیا تھا۔

فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ٥ (سورۂ طٰہٰ:۱۱۵/۲۰)

ترجمہ: پس آدم بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔

لیکن چونکہ ظاہر بینوں کے نزدیک یہ گناہ کی شکل تھی اس لیے باری تعالیٰ نے بھی اس کو گناہ کے لفظ سے یاد فرمایا :

وَ عَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ٥ (سورۂ طٰہٰ:۱۲۱/۲۰)

اور آدم بے فرمان ہوا اپنے رب کا پس راہ بھولا۔

اور بموجب اصل نیت حضرت آدم اور مع ہذا ندامت وغم کے پھر اس لغزش کو بھی بخش دیا :

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَ هَدٰی ٥ (سورۂ طٰہٰ:۱۲۲/۲۰)

ترجمہ: پھر رب نے چن لیا آدم کو پس اس پر رجوع کیا رحمت سے اور ہدایت کی۔

اورحضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کا قبطی کوقتل کرنا اس طور پر ہوا تھا کہ وہ شخص ظالم تھا آپ نے مظلوم کی فریادرسی کر کے ظالم کوایک مکا مارا قتل کا ارادہ ہرگز نہ تھا اور نہ مکا سے قتل مظنون تھی صرف تہدید وتادیب ظالم منظور تھی مگر اتفاقاً مکا سے وہ مر گیا :

فَاسْتَغٰثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَیْهِ ٥ (سورۂ قصص:۱۵/۲۸)

ترجمہ: پس فریاد چاہی آپ کی قوم والے نے دشمن کی قوم والے پر پس موسیٰ نے ظالم کو ایک مکا مارا پس وہ مر گیا۔

اب اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ دادرسی کے قالب میں ایک امر محظور بے اختیار سرزد ہو گیا ارتکاب گناہ کبیرہ کا کیا ذکر ہے اور مع ہذا آپ نے خدا سے بخشوا بھی لیا جیسا کہ سورۂ قصص (۲۰س)(۲پ)(ار) میں اس قصہ کے ذکر کے بعد فرمادیا :

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَغَفَرَلَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ٥ (سورۂ قصص:۱۶/۲۸)

ترجمہ: موسیٰ نے کہا اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تُو مجھے بخش دے پس خدا نے اسے بخش دیا تحقیق خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

اورحضرت ابراہیم علیہ السلام کا 'اِنِّی سَقِیْمٌ' کہنا اس طرز سے ہوا کہ آپ کی قوم نے عید گاہ پر جہاں وہ بت پرستی کرتی تھی آپ کو ساتھ لے جانا چاہا تھا تو آپ نے تاروں کی طرف یا نجوم کی کتاب میں دیکھ کر فرمایا کہ میں بیمار ہوا چاہتا ہوں، یا میرے مزاج کے اِعتدال میں کچھ خلل ہے۔ اس کہنے سے آپ ان کے ساتھ جانے اور بت پرستی ولہو ولعب کے دیکھنے سے بچ گئے اور پیچھے سے ان کے بتوں کا کام تمام کر دیا۔ پس اس حالت میں کچھ جھوٹ نہ تھا کیونکہ ایسا کون آدمی ہے کہ اس کا مزاج اعتدالِ حقیقی پر ہو اور یہ کہنا بھی ایک بھاری گناہ کے دیکھنے سے بچنے کے لیے تھا۔ اسی واسطے حق تعالیٰ نے کچھ اس پر اعتراض نہیں فرمایا ہے جہاں قرآن میں سورۂ والصّٰفّٰت (۲۳س)(۲پ)(۲ر) میں یہ قصہ آیا ہے۔

اب باقی رہا غفرانِ ذنوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ سورۂ فتح کی ابتدا میں ہے :

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ o (۱)

سواس کی توجیہ جواب سوال ۱۳ میں آئے گی۔اب یہاں پر ایک اورآیت جس میں لفظ 'ذنب' دیکھ کر معترض غوغا برپا کرتے ہیں لکھی جاتی ہے۔سورۂ محمد(۲۶س)(۲پ)(۲ر) میں ہے :

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ o

(سورۂ قصص:۴۷/۱۹)

ترجمہ: پس تُو یقین کر کہ تحقیق خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بخشش مانگ اپنے گناہ اور مومن مرد اور عورتوں کے واسطے۔

سو جواب یہ ہوا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو بحکم آیاتِ مرقومہ جواباتِ سابقہ معصوم و شفیع الامم ہیں اور یہ آیت بھی فی الواقع آپ کی شفاعت کی سند ہے کہ آپ مؤمنین اور مؤمنات کی شفاعت پر مامور ہوئے ہیں مگر ' لــذنبک' صرف واسطے دل دہی ہے،اور تسلی آپ کی امت کے فرمادیا ہے تا کہ گناہ گارانِ امت اپنے گناہوں سے شکستہ خاطر نہ ہو جائیں اور سخت شرم ساری نہ اٹھائیں۔نظیر اس کی قرآن میں بہت جگہ موجود ہے۔ازانجملہ وہ ہے کہ غزوۂ تبوک میں صرف تین صحابی یعنی کعب بن مالک ، ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم نے تخلّف کیا تھا پھر بڑی ندامت اور صدق سے توبہ کی تو قرآن عظیم الشان میں ان کی توبہ کی قبولیت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کی قبولِ توبہ کا بھی ذکر کر دیا یعنی ان تینوں کی تسلی اور دفع دل شکنی کے لیے۔حالانکہ اس غزوہ میں ان کی طرف سے نہ کوئی تقصیر ہوئی تھی اور نہ اس سے توبہ کی تھی۔سورۂ توبہ(۱۱س)(۱پ)(۳ر) میں ہے :

لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ وَ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ o (سورۂ توبہ:۱۱۸/۹)

---

(۱) تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔پارہ ۲۶،الفتح:۲ کنزالایمان

ترجمہ: البتہ بے شک خدا نے توبہ قبول کی نبی اور مہاجرین و انصار کی جنھوں نے متابعت کی نبی کی، تنگی کے وقت پیچھے اس کے کہ قریب تھا کہ پھر جائیں بعضوں کے دل۔ پھر رجوع کیا رحمت سے ان پر تحقیق خدا ان پر مشفق مہربان ہے اور توبہ قبول کی ان تینوں پر جو پیچھے رہ گئے تھے تا کہ جب ان پر تنگ ہوئی زمین باوجود اپنی فراخی کے اور تنگ ہوئی ان پر ان کے نفس اور انہوں نے جان لیا کہ خدا سے کوئی پناہ نہیں ہے مگر اسی کی طرف پھر خدا نے ان پر رجوع کیا رحمت سے تا کہ توبہ کریں تحقیق خدا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

پس قرآن سے ثابت ہو گیا کہ اس قسم کے سارے اعتراض سرورِ انبیا صلوۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کی عصمت میں خصوصاً اور سارے نبیوں کی عفت میں عموماً خلل انداز نہیں ہیں اور ایسے معاملات کو ترکِ اولیٰ وزلہ پر بسبب آیات عصمت کے جس میں سے کئی ایک اوپر لکھی گئی ہیں حمل کیا جاتا ہے اور کیوں زلۃ ولغزش نہ کہا جائے جبکہ قرآن مجید میں ایسے معاملات کی تعبیر خود زلۃ سے موجود ہے۔

سورۂ بقر (اس) (اپ) (۴ر) میں ہے :

فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا o (سورۂ بقرہ:۲/۳۶)

یعنی پس ان دونوں کو شیطان نے بہشت سے پھسلا دیا۔

پس ایسے اُمور سے جن کو غفور رحیم نے زلات فرمایا اور پھر بخش بھی دیا اس کے نبیوں کی عصمت میں رخنہ اندازی کرنی خدا کے غضب میں پڑنا اور اس کی رحمت سے کنارہ کرنا ہے۔ **ونعوذ باللّٰہ من ذلک . اللّٰھمَّ إنک عفوٌ تحبُّ العفو فاعف عنا .**

سوال–۱۳

قرآن میں کون کون (سی) علامات نبوت آنحضرت کی نسبت ثابت ہے؟۔

جواب (۱)

یہاں پر اجمالی بیان میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی علامت قرآن شریف سے دو طور پر بیان کی جاتی ہے۔

ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں سے افضل اور عصمت و شفاعت میں اکمل ہیں جیسا کہ ثبوت اس کا جواب سوالات مرقومہ بالا میں بخوبی لکھا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا بیان تو قرآن میں ایسے طور پر لکھا ہے کہ کوئی دقیقہ اس کے دقائق سے نامرعی نہیں

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: علاماتِ نبوت جناب رسالت مآب قرآن مجید میں بہت ہیں کہ استقرا اور استقصاء ان کا دشوار ہے۔ ازانجملہ معجزات مثل شق القمر وغیرہ کے اور ازانجملہ اخبار مغیبات اور پیشین گوئی مثل غلبۂ روم اور فتح مکہ وغیرہ کے۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۱۳ کا جواب یہ ملا کہ بے انتہا علامتیں قرآن میں مذکور ہیں مگر ان بے انتہا علامات میں سے دو علامات کا ذکر آپ نے کیا اول معجزات مثل شق القمر وغیرہ دوم اخبار بمغیبات اور پیشین گوئی مثل غلبۂ روم و فتح مکہ کے۔ شاید اب تک کوئی کتاب عیسائیوں کی تصنیف سے اس مقدمہ میں جناب کی نظر سے نہیں گزری، ورنہ یہ دونوں علامات پیش نہ فرماتے کیونکہ ان کی تردید بدرجۂ کمال ہماری طرف سے ہو چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ معجزہ شق القمر کے وقوع پر مفسروں کا اتفاق نہیں ہے اور کوئی حدیث متواتر بھی اس کی سند میں نہیں ہے اور کوئی واقعہ قرآن سے بتلانا چاہیے جو آنحضرت صلعم کے بتلانے کے موافق ہوا اور فتح مکہ و غلبۂ روم پیشین گوئی نہیں ہے بلکہ قیافہ شناسی ہے اس کا حال مفصل میزان الحق و تحقیق الایمان میں ہے۔

یہاں تک خلاصہ ہے جواب الجواب پادری صاحب کا اور حقیر لکھتا ہے کہ میزان الحق اور تحقیق الایمان کے جوابات جو اہل اسلام کی جانب سے تیار ہوئے ہیں شاید پادری صاحب کی نظر سے نہ گزرے ہوں گے، ورنہ ان معجزات کے وقوع سے انکار نہ کرتے کیونکہ تردید مضامین میزان الحق و تحقیق الایمان ہماری طرف سے بدرجۂ کمال و اتمام ہو چکے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے ردتردید معجزات مرقومہ بالا کا کہ وقوع شق القمر باتفاق مفسرین مشہورین کے ہے اور جس مفسر نے وقوع شق القمر بروز قیامت لکھا ہے تو اس نے بلفظ "قیل" اس روایت کے ضعف بیان کرنے کے لیے لکھا ہے کیونکہ قرآن سے وقوع اس کا بخوبی ثابت ہے اور حدیث متواتر بھی اس کی سند میں موجود ہے چنانچہ شرح مواقف و شرح مختصر اصول ابن حاجب وغیرہ میں اس پر تصریح کی گئی ہے اور اخبار بمغیبات جو بموجب بیان قرآن کے درست نکلیں متن میں کچھ مذکور ہیں اور کاش کہ فتح مکہ و غلبۂ روم کی مانند کوئی قیافہ شناسی کی نظیر پادری صاحب پیدا کر کے لکھتے ۱۲۔

رکھا ہے۔ایک عصمت تو وہ تھی جو جواب سوال ۹، ۱۱ میں قرآن عظیم سے لکھی گئی۔اور دوسری عصمت یہ ہے کہ جس کے سبب اگلے پچھلے گناہ دنیا میں ہی خدا بخش دے وہ بھی معصوم ہوتا ہے۔سو ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے اور کوئی گناہ آپ سے صادر نہیں ہوا تھا لیکن اس دوسری قسم کی عصمت کے ثبوت کے لیے سورۂ فتح (۲۶س)(۲پ)(۴ر) میں فرمادیا ہے :

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَ یَهْدِیَکَ صِرٰطًا مُّسْتَقِیْمًا o (سورۂ فتح:۴۸/۱-۲)

ترجمہ: تحقیق ہم نے فتح دی ہے تجھ کو روشن فتح تا کہ خدا بخش دے تیرے اگلے پچھلے گناہ اور اپنی نعمت تجھ پر تمام کرے اور سیدھے راستہ کی ہدایت کرے۔

الغرض آپ کی عصمت اور پاک دامنی قرآن سے من کل الوجوہ ثابت و متحقق ہے اور دوسری علامت نبوت آں سرور علیہ السلام جس پر قرآن مجید ناطق ہے ظہورِ معجزات وخوارق عادات ہے اگر چہ بیان معجزات قرآنی از بس طویل ہے اور طاقت بشری ناچیز اور قلیل ہے، مگر کئی ایک معجزات من جملہ معجزاتِ متعلقہ حضرت قرآن کریم مذکور ہوتے ہیں :

پہلا معجزہ: یہ ہے کہ باوصف یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمی محض تھے آپ پر ایک ایسی کتاب نازل ہوئی کہ باوجود ضخیم اور کبیرا لحجم ہونے کے اعلیٰ رتبہ بلاغت وفصاحت میں واقع ہے اور چاروں وضعوں بلاغت وفصاحت عرب یعنی قصائد، خطب، رسائل، محاورہ کے سوا ایسے اسلوبِ بدیع اور طرزِ عجیب پر واقع ہوئی کہ فصحا و بلغا عرب کو متحیر اور ساکت کر دیا یہاں تک کہ عباراتِ متنوعہ سے علی رؤس الاشہاد اس میں یہ دعویٰ کیا گیا جو سورۂ بقر (اس)(اپ)(۳ر) میں ہے :

وَ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَ کُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o (سورۂ بقرہ:۲/۲۳)

ترجمہ: اور اگر تم ہو شک میں اس کتاب سے ہم نے اپنے بندے یعنی محمد پر اتاری ہے تو لاؤ ایک سورۃ اس کی مانند فصاحت و بلاغت و اخبار ومغیبات میں اور مدد چاہو خدا کے سوا اپنے معبودوں سے اگر تم سچے ہو اپنے دعوی میں کہ قرآن کلام الٰہی نہیں ہے کلام محمدی ہے۔

پس اہل عرب سے جو اُن دنوں میں پرلے درجہ کے بلیغ وفصیح تھے اور قرآن سے سخت مخالف بھی تھے کوئی مقابلہ نہ کر سکا اور سب بنانے مثل ایک سورۃ یا آیت قرآن کی سے عاجز آ گئے حتی کہ جو شعرائے عرب سے غایت درجہ کے فصیح و بلیغ تھے اور انہوں نے دعویٰ تحدی واظہار فضل وکمال کی رُو سے بیت اللہ پر اپنے قصائد جن کو 'سبعہ معلقہ' کہتے ہیں آویزاں کیے ہوئے تھے بعد استماع بعض آیاتِ قرآنی کے مقابلہ سے عاجز ہو کر اپنے اپنے قصائد اتار کر لے گئے اور کبھی تحدی ومقابلہ کا نام نہ لیا اور اگر کبھی کسی نامعقول نے 'والنساء ذات الفروج' بمقابلہ 'وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ' بنایا تو اپنی قوم کے منصفوں(۱) کے سمجھانے سے سخت ندامت اٹھا کر اس کو خاک میں دبایا اور مقابلہ سے قطع نظر کسی کے کان تک نہ پہنچایا۔

اگرچہ اسی قدر یعنی عجز فصحاو بلغا اس وقت کا اعجاز قرآنی پر دلیل کافی ہے مگر ہم اس تقریر کو وسعت دے کر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ۱۳۰۰ برس سے یہ دعویٰ قرآنی گوش خورد ہر ایک مخالف ہو رہا ہے پس تب سے آج تک اہل عرب وعجم میں سے عموماً اور اہل کتاب سے خصوصاً جو کسر شوکت اسلام میں انواع انواع کے حیلے اور اقسام اقسام کے حوالے نکالتے اور شب وروز نکتہ چینیوں میں مصروف رہتے ہیں کوئی مثل ایک سورت یا ایک آیت قرآن کے نہ بنا سکا، اِلَّا یہ جو پادری صاحبان اپنے رسائل میں اس دعویٰ قرآنی کے جواب میں لکھتے ہیں کہ قرآن کی بے مثلی کا دعوی ادعائے محض ہے ہر شخص اپنی اپنی تصنیف میں یہ دعوی کر سکتا ہے۔

سو اوّلاً تو اس کے ثبوت کے لیے کوئی ایسی تصنیف کسی مصنف کی پیش کریں جس میں اس نے ایسا دعوی کیا ہو اور پھر وہ مقابلہ سے بچ رہا ہو۔ اور ثانیاً یہ جواب دراصل ان کی دفع الوقتی اور سراسر بے انصافی ہے بلکہ جوابِ شافی من وجہٍ یوں ہے کہ اب ہے کوئی اہل کتاب جو مدت العمر عرب میں رہ کر تحصیل علوم عربیہ کرتے ہیں عموماً اور پادری عمادالدین صاحب جو مجتہد صاحب کے جواب میں عبارت قرآنی کو بے ربط بتلاتے ہیں خصوصاً کوئی آیت مثل قرآن کے تیار کر کے معرضِ مقابلہ

(۱) ایک مشرک نے بمقابلہ والسماء ذات البروج کے والنساء ذات الفروج بنا کر اپنی قوم کے بڑے عالم فاضل سے انصاف چاہا اس نے کہا کہ پہلا کلام کسی بڑے حکیم کا ہے اور دوسرا کسی شہوت پرست کا۔۱۲ منہ عفی عنہ۔

میں پیش کریں، اور علمائے اسلام کے جواب پر کان دھریں تب آپ کو اپنے ان دعوؤں کے خلاف واقع ہونے پر کامل یقین ہو جائے گا اور آئندہ کو ایسا ناحقہ دعوی ظہور میں نہ آئے گا اور یقین جان لیں کہ ابھی بہت ایسے شخص اس ظلالِ کفر وضلال میں بھی موجود ہیں جو عبارت قرآنی کو بے ربط بتلانے والوں کی صاف بے ربطی ظاہر کر سکتے ہیں اور ایک ایک حرف ولفظ قرآن معجز بیان کا ایسا ربط وضبط بیان کر سکتے ہیں کہ جس سے آپ کو اقرار کرا کے یہ کلمہ پڑھوائیں کہ قرآن تو نظم الدرر والمرجان ہے اور بنانا مثل قرآن کا خارج از حدالانس والجان ہے۔

کاش پادری صاحب کبھی اس حقیر سے کہ خرمن اہل قرآن کا کم ترین خوشہ چین ہے مل جائیں اور کسی آیت قرآنی میں کچھ گفتگو فرمائیں تو اس میری تحریر کی تصدیق کر کے ایک ذرّہ بھی تفاوت تصور میں نہ لائیں اور اگر ہادیِ حقیقی کی مرضی ہو تو قرآن پر از سرنو ایمان لائیں۔

إنه علی ما یشاء قدیر و لحزبه الغالب نصیر .

دوسرا معجزہ: یہ ہے کہ قرآن میں ابتدائے نزول کے ادان (یعنی دنوں) میں یہ خبر دے دی تھی کہ فصحاو بلغائے عرب میں سے کوئی شخص ایتانِ مثل سورۂ قرآن پر قادر نہ ہو سکے گا جیسا کہ سورۂ بقر(اس)(اپ)(۳ر) میں ہے :

وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ o (سورۂ بقرہ:۲/۲۴)

ترجمہ: اور اگر تم قرآن سے مقابلہ نہ کرو اور ہرگز نہ کر سکو گے پس ڈرو دوزخ کے عذاب سے جس کی آتش افروز آدمی اور پتھر ہیں کافروں یعنی قرآن پر ایمان نہ لانے والوں کے واسطے تیار کیا گیا ہے۔

سو ویسا ہی ہوا کہ اہل عرب سے کوئی تصدیق واذعان قرآن میں خلل انداز نہ ہو سکا بلکہ تیرہ سو برس سے آج تک کوئی مقابلہ نہ کر سکا اور سب دم بخود ہو رہے ہیں جس سے ان کی عجز ومغلوبیت ثابت ہوئی اور قرآن کی حقیقت متحقق ہوئی۔

اب اس جگہ حقیر تمام منکرانِ قرآن سے عموماً اور پادری صاحب سے خصوصاً استفسار کرتا ہے کہ آیا ممکن ہے کہ کوئی عاقل عموماً اور محمد صاحب جیسا جس کی دانش مندی پر سب موافق ومخالف متفق

ہیں خصوصاً سوائے امر الٰہی کے اس قدر دعویٔ بلند اور سخن سخت ار جمند کہہ سکتا ہے کہ جس کی تکذیب اس کے معاندین کی جانب سے جو ہر طرف سے اس پر ہجوم لا رہے ہیں ایک ہی دن میں متصور ہے نہیں یہ ہرگز ممکن نہیں بلکہ بے شک ایسی باتوں کے علی رؤس الاعدا اظہار کرنے پر سوائے رسولِ خدا کے جس کو اپنی حقیت اور صدق پر یقین کامل ہوتا ہے کوئی جراءت نہیں کر سکتا ہے۔ پس جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول اس قدر جرأت سے مخالفین اور اعدا کے سامنے ان کے عاجز کرنے کے لیے یہ دعوی کیا کہ اگر تم کو قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے میں شک ہے تو اس کی مثل ایک سورۃ یا ایک آیۃ بنالاؤ اور پھر اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ اس دعوی کی تکذیب تم سے ہرگز کوئی نہ کر سکے گا، بدیں وجہ کہ کوئی قرآن کی مثل کے بنانے پر مطلق قادر نہ ہوگا۔ سو ویسا ہی ہوا کہ ابتدائے اسلام سے آج تک کوئی قرآن کی مثل ایک سورۃ یا ایک آیت نہ بنا سکا پھر اب کون سی وجہ ہے انکار کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول نہیں حاشا وکلا بلکہ بلا شک وشبہ آپ خدا کے رسول اور خاص بندے مقبول ہیں۔

آمنا به و صدقناه و شهدنا على رسالته و كفى بالله شهيدًا صلى الله عليه و آله وسلم محمودا حميدا .

اے خدا کے بندو! آدم کے فرزندو! میری اس نصیحت کو جس کا منشا قومی ہمدردی ہے مان لو اور عقل خداداد سے انصاف کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق نبی جان لو یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا اور پچھلے پچھتاوے سے کوئی نفع نہ اٹھائے گا۔ **وما علينا إلا البلاغ المبين .**

تیسرا معجزہ: یہ ہے کہ قرآن شریف تغیر وتبدل سے محفوظ ہے ۱۳۰۰ برس سے اس میں کسی نے کچھ کمی بیشی نہیں کی ہے اور نہ کوئی کچھ کر سکتا ہے اور نہ کوئی کچھ کر سکے گا۔ سورۂ حجر (۱۴ اس) (اپ)(ار) میں ہے :

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝ (سورۂ حجر: ۹/۱۵)

ترجمہ: تحقیق ہم نے اتارا قرآن کو اور تحقیق ہم اس کے نگہبان ہیں۔

پس اس حفاظت قرآن کو مدنظر کر کے دوسری کتابیں جو تھوڑی تھوڑی مدت کی تصنیف ہیں ان کے صحیفوں کے دیکھنے سے عموماً اور الہامی کتابیں اہل کتاب اور ان کی تفاسیر کی مانی ہوئی تحریفوں

کے دیکھنے سے خصوصاً یقین کامل حاصل ہوجاتا ہے کہ قرآنِ معجز بیان بے شک کلام الٰہی ہے کہ حافظ حقیقی کی حفاظت سے بموجب اس کے وعدہ کے باآنکہ صدہا سال سے ہزاروں لاکھوں جلدوں میں منقول ہوا اور کروڑوں اربوں زبانوں پر پڑھا گیا پھر بھی تغیرات سے محفوظ رہا۔ اگر کوئی کیسا ہی فاضل متبحر ہزارہا آدمیوں کے جلسہ میں بڑے منبر پر بیٹھ کر اثنائے وعظ میں یا محرابِ نماز میں کسی آیت میں ایک اعراب کا تفاوت کرکے پڑھے گا تو ایک ادنی نابالغ لڑکا بھی پیچھے سے لفظ صحیح کے بتلانے سے نہ رُکے گا۔ **فتبارک اللّٰہ أحفظ الحافظین .**

اگر کوئی کہے کہ شیعہ فرقِ اسلامیہ میں سے قائل ہیں تغیرات قرآنی کے جیسا کہ ان کی بعض کتابوں میں اور نیز مجتہد صاحب نے جواب سوال ۶ میں لکھا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ محققین شیعہ قرآن مجید کے تغیر وتبدل وکمی بیشی کے قائل نہیں ہیں چنانچہ تفسیر مجمع البیان وتفسیر صافی وصراط مستقیم ومصائب النواصب ورسالہ اعتقادیہ شیخ صدوق وغیرہ کتب امامیہ ہیں۔ اس کی تصریح بتمام تشریح موجود ہے اور راقم الحروف نے رسالہ ہدیۃ الشیعتین (۱) میں ان سب کی عبارات نقل کرکے اس مطلب کو مفصلاً مبرہن کیا ہے۔ **من شاء تمام التحقیق فلینظر فیھا .**

پس جو کوئی شیعہ سے تغیر قرآنی کا قائل ہے وہ محققین شیعہ کے نزدیک نامعتبر اور حق کے خلاف پر مائل ہے، اور ایسے قول کو مابہ الاعتراض بنانا امر لاطائل ہے اور جو کہ قرآن کے سات قراءت ہیں تو وہ منزل من عنداللہ ہیں ان سب کو قرآن ہی کہا جاتا ہے ان سے تغیر وتبدل تصور میں نہیں آتا بلکہ تغیر وتبدل وہ ہے کہ کوئی قرآن میں کمی بیشی کرتا اور یہ تا حال نہ کسی نے کی ہے اور نہ کسی کی مجال ہے کہ آئندہ کرے۔ کما قال تعالیٰ :

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيۡزٌ لَّا يَاۡتِيۡهِ الۡبٰطِلُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَ لَا مِنۡ خَلۡفِهٖ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ

---

(۱) ہدیۃ الشیعتین نام تاریخی ہے اس رسالہ کا جس میں روافض وخوارج کا رد محض قرآن شریف سے لکھا گیا ہے یعنی قرآن سے قطعیت جنت اصحاب کبار واہل بیت ابرار ثابت کی گئی ہے کیا معنی کہ احادیث اہل سنت کو شیعہ وغیرہ نہیں مانتے اور اہل سنت ان کی احادیث کو غیر معتبر جانتے ہیں تو قرآن جو متفق الصحت ہے اس سے اثبات مطلب کیا گیا ہے تاکہ الزامِ حجت ہو۔ **اللّٰھمَّ تقبل منه . عفی عنه**

حَكِيمٍ حَمِيدٍ o (۱)

اوراگرکوئی روایت کسی دینی کتاب میں اس کے خلاف پر پائی جائے تو وہ واجب الردونا قابل احتجاج متصور ہے کیونکہ قاعدہ کلیہ(۲) ہے :

مَا كَانَ مُخَالِفًا لِلْقُرْآنِ وَالْحَدِيْثِ الثَّابِتِ فَهُوَ رَدٌّ عَلٰى صَاحِبِهٖ .

چوتھا امر جو بمنزلہ معجزۂ قرآنی ہے یہ ہے کہ قرآن میں کئی جگہ یہ ارشاد ہوا ہے کہ بعض اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں تحریف کی ہے جیسا کہ سورۂ بقر(اس)(۲پ)(۴ر) میں فرمایا ہے:

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ o (سورۂ بقرہ:۲/۷۵)

ترجمہ: کیا تم اُمید رکھتے ہو کہ اہل کتاب تمہاری بات مان لیں گے اور بے شک تھے ایک گروہ ان میں سے کہ سنتے تھے کلام الٰہی کو پھر اسے بدل ڈالتے تھے پیچھے سمجھنے کے دیدہ ودانستہ۔

پس اگر اس دعویٔ قرآنی کی تصدیق کے واسطے تفصیل وار آیاتِ محرفہ کتب عہد عتیق وعہد جدید لکھی جائے تو بہت طوالت ہوجائے گی، اس لیے مناسب ہے کہ کئی مشہور اور معتبر مفسروں کے چند مقولے بابت اقبال تحریف ان کتابوں کے لکھ کر اس پر کفایت کی جائے کہ اسی قدر تصدیق قرآنی کے لیے کافی وافی ہے۔ فاقول وباللہ التوفیق۔

آدم کلارک نے دوسری جلد اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

عبارت سفر صموئیل ثانی وسفر ملوک اول کی صحت تعداد بنی اسرائیل ویہودا کے باب میں ناممکن ہے اور اس کی تطبیق میں کوشش کرنی عبث ہے۔ احسن یہی ہے کہ ہم اول سے مان لیں کہ کتب تواریخ عہد عتیق میں بہت سی تحریفات واقع ہوئی ہیں۔ انتہی

---

(۱) اور بے شک وہ عزت والی کتاب ہے۔ باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، اُتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔ پارہ ۲۴، حم السجدۃ: ۴۱ کنزالایمان

(۲) جو قول مخالف قرآن وحدیث صحیح کے ہو پس وہ قائل کی طرف رد کیا جاتا ہے یعنی کسی مسلمان کے ماننے میں نہیں آتا ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

اور پہلی جلد تفسیر ہنری واسکاٹ میں لکھا ہے کہ اکستائن جو اعلم علمائے مسیحیہ ہے۔کہتا ہے کہ بے شک یہودیوں نے نسخۂ عبرانی میں تحریف کی ہے اس لیے کہ ترجمہ یونانی نامعتبر ہو جائے اور دین مسیحی میں خلل آئے اور قدمائے مسیحیین کہا کرتے تھے کہ ضرور یہودیوں نے ۱۳۰ء میں توریت میں تحریف کر دی تھی۔انتہی۔

اور ہورن مفسر نے بھی دوسری جلد میں اپنی تفسیر کے لکھا ہے کہ ضرور یہودیوں نے تحریف کی ہے مگر نسخۂ سامری غیر محرف ہے۔انتہی

یہ مذکور مشتے نمونہ از خروارو یکے از ہزار ہے تحریفات کتب عہد عتیق سے۔

اب حال تحریف کتب عہد جدید کا سنیے کہ خود مسئلہ تثلیث میں جو اصل الاصول ہے دین مسیحی کا اس میں تحریف واقع ہوئی ہے کیونکہ پہلے رسالہ یوحنا میں ۷، ۸ آیت یوں تھی (شاہد گواہی دینے والے تین ہیں اور وہ روح اور ماء اور دم ہیں اور یہ تینوں ایک ہی ہیں) پھر معتقدان تثلیث نے اس عبارت کو یوں بنایا (آسمان میں گواہی دینے والے تین ہیں اور وہ اب اور کلمہ اور روح القدس ہیں) اور یہ تینوں ایک ہیں اور زمین میں گواہی دینے والے بھی تین ہیں اور وہ روح اور ماء اور دم ہیں اور یہ تینوں ایک ہیں۔

پس کریسباخ اور شولز دونوں متفق ہیں کہ یہ آیت الحاقی ہے اور ہورن بھی باآنکہ متعصب ہے لکھتا ہے کہ بے شک یہ آیت الحاقی اور واجب الترک ہے۔اور تفسیر ہنری واسکاٹ کے جمع کرنے والے بھی ہورن کی بات کو مانتے یعنی اس آیت کو الحاقی جانتے ہیں۔اور آدم کلارک بھی اسے الحاقی لکھتا ہے۔اور اکستائن جو اعلم علمائے مسیحیہ ہے اس نے چوتھی صدی عیسوی میں رسالہ یوحنا سے دس نقلیں لکھیں اور کسی رسالہ میں یہ عبارت الحاقی نہیں پائی جاتی ہے چونکہ اکستائن قائل تھا تثلیث کا اور منکران تثلیث فرقہ ایرین سے مناظرہ کرتا تھا۔

سو اگر یہ عبارت اصل میں ہوتی تو وہ اس کو نقل کر کے منکروں پر حجت قائم کرتا بلکہ اس نے آیت ۸ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ مراد ماء سے اب ہے اور دم سے ابن اور روح سے روح القدس۔

چونکہ یہ اس کی توجیہ ضعیف تھی تو دوسرے لوگوں نے جو معتقد تھے تثلیث کے یوں بناوٹ کی کہ اس کو اصل میں داخل کر دیا اور اپنے کلام کو کلام الٰہی میں واصل کر لیا۔اب یہاں پر طالب حق کو

کیسا یقین کامل حاصل آیا ہے کہ یہ دعوی قرآنی حق ہے جو سورۂ بقر (اس) ۳پ) کے ابتدا میں فرمایا ہے :

فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِاللّٰهِ o

(سورۂ بقرہ:۷۹/۲)

ترجمہ: پس سخت عذاب ہے ان کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب میں لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کا حکم ہے۔

و هذا القدر القليل يكفى للعاقل النبيل وأما الغافل العليل فلا ينفعه و إن تليت عليه التورات والإنجيل .

پانچواں معجزہ: یہ ہے کہ قرآن کا دعوی ہے کہ ملت قرآنی یعنی دین اسلام سب ادیان پر خواہ باعتبار غلبۂ انجام کار مومنین کے یا بحیثیت نصب حجج و براہین کے غالب و منصور رہے گا۔سورۂ براءۃ (۱۰اس)(۲پ)(۵ر) میں ہے :

هُوَالَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَ لَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ o (سورۂ توبہ:۳۳/۹)

وہ خدا جس نے بھیجا رسول آخرالزمان کو ہدایت اور سچا دین کے ساتھ تا کہ غالب کر دے اس کو سارے دینوں پر اگر چہ مشرک لوگ اس بات کو نا پسند کریں۔

سو فی الواقع ابتداے شوکت اسلام سے آج تک مومنین منکرین پر غالب رہے۔

اس اجمال کی تفصیل اس لیے ضروری معلوم نہیں ہوتی ہے کہ واقفانِ حال زمان رسالت و خلافت ان مضامین کی تصدیق بخوبی کرتے ہیں کہ **الآ ان حزبَ اللّٰه همُ الغٰلبُونَ** . (۱)

پس یہاں پر اتنا ہی تحریر کیا جاتا ہے کہ ہمیشہ سے حالت مباحثہ و مناظرہ میں علماے اسلام دوسرے مذہب والوں پر غالب و منصور اور مقابل مغلوب و مقہور رہے حتی کہ فی زماننا اس دیار کے اکثر مقاموں میں گو عیسائیوں کی حکومت ہے اسلامی نہیں، تاہم اظہر من الشّمس و ابین من الامس ہے

(۱) جان لو کہ خدا کی جماعت ہی غالب ہوتی ہے۔۱۲

کہ مسلمانوں کو بحث ومناظرہ میں تحریراً وتقریراً کس قدر غلبہ ونصرت ہے۔ممکن ہی نہیں کہ کوئی پادری صاحب وغیرہ کسی سچے مسلمان پر تحریر یا تقریر میں غلبہ پائے یا برابر آئے۔

میرا یہ دعوی ایسا نہیں ہے کہ جس کی تصدیق اہل اسلام ہی کریں بلکہ طرفِ ثانی یعنی پادری صاحبان بھی اس کے اقبال اور اقرار سے چارہ نہیں رکھتے ہیں جیسا کہ پادری فورمن صاحب اپنے رسالہ مسمیٰ تیغ وسپر عیسوی کے اخیر میں لکھتے ہیں :

> اگر کوئی شخص ہم سے یہ سوال کرے کہ جب قرآن میں بہت سی قباحتیں اور برائیاں پائی جاتی ہیں تو یہ کس طرح اتنی مدت بے شمار معزز قوموں پر غالب رہا۔
>
> تو اس کا جواب یہ ہے کہ بہت باتیں کتاب مقدس یعنی کلام الٰہی میں سے نکال کر اس میں مندرج کی گئی ہیں چنانچہ اکثر باتیں نبیوں کی بابت خدا کی ہستی صفات خصلت اور رزاقی کی بابت نیکی اور بدی کے اجرا اور سزا کی بابت اس کے غالب آنے کا یہ باعث ہے کیونکہ تمام مذکورہ باتیں کتاب مقدس یعنی بائبل سے لی گئی ہیں۔

یہاں تک کہ سارے کلام پادری صاحب کے نقل کرنے سے یہ مطلب ثابت ہوا کہ بموجب اقرار پادری صاحبان کے قرآن اتنی مدت تک بے شمار معزز قوموں پر غالب رہا۔**وھو المدعا**

اب رہا یہ کہ پادری صاحب نے جو اس عبارت میں لکھا ہے کہ قرآن میں بہت سی قباحتیں اور برائیاں پائی جاتی ہیں۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ اپنے خیال اور زعم سے کسی چیز کو بُرا کہہ دینا یا بھلا مان لینا تعصبِ ملت ہے۔اور اگر انصاف سے نفس الامری بات کو دیکھو تو قرآن مجید میں ۲۸ مضمون ہیں۔کوئی آیت ایسی نہ ہوگی جو کسی مضمون من جملہ ان مضامین سے خالی ہو اور وہ سارے مضامین ایسے ہیں جن کی عمدگی اور شائستگی بہ شہادت کتب الہامی ثابت ہے۔اگر موفق حقیقی نے چاہا تو اس باب میں تفصیل وار ایک کتاب لکھوں گا یہاں پر صرف بیان ان مضامین کا کیا جاتا ہے۔

۱۔خدا کی ہستی کا بیان

و ھو اللہ فی السموات و الارض .

۲۔خدا کی صفات کاملہ کا ذکر جیسا کہ وہ واحد،قدیم،ازلی،ابدی،قادر،علیم،سمیع،بصیر،متکلم، حکیم،خبیر،خالق السموات والارض،رحمٰن،رحیم،صبور،عادل،قدوس،غفار،محی،ممیت ہے۔

۳۔خدا کی تنزیہ حدوثِ عجز،جہل ظلم وغیرہ معائب ونقصانات سے

۴۔توحید کی طرف بلانا،شرک اور کفر سے ہٹانا

۵۔انبیاعلیہم السلام کا ذکر

۶۔انبیا کا بت پرستی کفروغیرہ گناہوں سے پاک ہونا

۷۔انبیاوغیرہ پر ایمان لانے والوں کی تعریف

۸۔انبیا کے منکروں کی مذمت

۹۔انبیا پر عموماً اورآنحضرت اورآپ کے مبشر حضرت مسیح پر خصوصاً ایمان لانے کی تاکیدصلوۃ اللہ علی نبینا وعلیہم اجمعین۔

۱۰۔انجام کار مومنین کا منکرین پر غالب ہونے کا وعدہ

۱۱۔قیامت کی حقیت اوراس میں بدلہ دینے کا احوال

۱۲۔بہشت ودوزخ کا ذکر

۱۳۔دنیا کی مذمت اوراس کی ناپائیداری کا بیان

۱۴۔آخرت کی تعریف اوراس کے ثبات کا ذکر

۱۵۔حلال اورحرام چیزوں کا ذکر

۱۶۔تدبیرمنازل کے حکموں کا ذکر

۱۷۔سیاست مدن کے احکام کا بیان

۱۸۔خدااورخدا کے دوستوں کی محبت پر برانگیخت

۱۹۔ان چیزوں کا ذکر جووصول الی اللہ کا ذریعہ ہیں

۲۰۔فاسق فاجروں کی مصاحبت سے روکنا

۲۱۔عبادت بدنی اور مالی میں خلوص کی تاکید

۲۲۔ریاوسمعہ سے تہدید

۲۳۔مجملاً ومفصلاً تہذب الاخلاق کی تاکید

۲۴۔مجملاً اخلاق ذمیمہ سے تہدید

۲۵۔حلم تواضع کرم شجاعت عفت وغیرہ اخلاق حسنہ کی تعریف

۲۶۔غضب تکبر بخل ظلم جبن وغیرہ اخلاق ذمیمہ کی مذمت

۲۷۔تقوی یعنی پرہیز گاری کی نصیحت

۲۸۔خدا کی یاد اور عبادت کی ترغیب

اب ان مضامین کو کوئی عاقل قباحت یا برائی نہ کہے گا بلکہ ہر کس و ناکس جو ادنی منصف بھی ہو گا ان کی عمدگی اور خوبی پر یقین کرے گا۔

حقیر اس جگہ پر گو پادری صاحبوں کی الہامی کتابوں کے قبیحہ مضامین لکھ کر ان کو الزام دینا ناپسند جانتا ہے اِلاَّ اتنا ضروری مانتا ہے کہ عیسائیوں نے جو قرآن مجید کی تعریفیں لکھی ہیں تھوڑا سا ان میں سے یہاں پر تحریر کیا جائے اور وہ یہ ہے :

کتاب کارلل صاحب جلد ۶ صفحہ ۲۱۴ مطبوعہ لندن میں لکھا ہے :

میں اقرار کرتا ہوں کہ اس زمانہ کے عیب داں لوگوں کی بات ہرگز میری سمجھ میں نہیں آتی ہے جو کہتے ہیں کہ خدانخواستہ آنحضرت جعل ساز تھے اور انہوں نے قصداً فریب بنایا تھا اور قرآن ایسا لکھا ہے جیسے کوئی جعل ساز لکھے۔میری رائے میں جو منصف آدمی قرآن کو پڑھے گا اس کا یقین اس قول سے بالکل مختلف ہوگا۔انتہی

اور کتاب (۱) آف جون ڈیون بورٹ صاحب کے دوسرے حصہ طہارت کے بیان کے ذیل میں لکھا ہے کہ :

بعض عیسائی جو مسلمانوں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ مسئلہ ہے کہ صفائی ظاہری ان کو گناہوں سے بچاتی ہے، یہ صرف ان کا بہتان ہے اور الزام بے جا۔ قرآن میں صرف احکام مذہبی اور تہذیب الاخلاق کا ہی ذکر نہیں ہے بلکہ گبن صاحب مؤرخ کا قول ہے کہ اوقیانوس سے گنگا تک قرآن مجموعہ قوانین مانا جاتا ہے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقائع عمری کے بیان میں اور قرآن کی تہذیب کے ذکر میں لکھی ہے۔۱۲

یہ نہیں کہ اس میں صرف فقہی مسئلے ہوں بلکہ قوانین دیوانی فوج داری اور اور مضامین بھی اس میں درج ہیں اور وہ قاعدے جو آدمیوں کے اعمال اور مال کی نسبت مقرر کیے گئے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے بے زوال رضا سے لیے گئے ہیں۔

یا بہ تبدیل الفاظ ہم اس مطلب کو اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ قرآن مسلمانوں کا مجموعۂ قوانین عامہ ہے۔اس میں قوانین مذہبی کے سوا سلوک باہمی فوج داری دیوانی تجارتی فوجی ملکی سزا دہی سب موجود ہیں اور مذہبی رسموں سے لے کر معاملاتِ دنیاوی تک ہر ایک چیز کا مفصل بیان ہے اور قرآن نجاتِ روح ہے اور صحت جسمانی اور حقوق عامہ اور حقوق شخصی اور نفع رسانی خلائق اور نیکی و بدی اور سزاے دینی و دنیوی سب چیز پر حاوی ہے۔وفی موضع آخر من ہذا الکتاب ہکذا۔من جملہ محاسن اور خوبیوں قرآن کے جس پر اہل اسلام کو ناز کرنا چاہیے دو باتیں نہایت عمدہ ہیں :

اول: قرآن کی وہ خوش بیانی جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہے اور جس کے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اَثر پیدا ہوتا ہے اور خوف آتا ہے اور جس عبارت میں خدا تعالیٰ کی نسبت ان جذبوں کا مغلوب ہونا نہیں منسوب کیا گیا ہے جو انسان کے واسطے مختص ہیں۔

دوم: تمام قرآن ان خیالات اور الفاظ اور قصص سے مبرّا ہے جو تہذیب کے خلاف خیال کیے جا سکتے ہیں مگر افسوس یہ عیب یہودیوں کی مقدس کتابوں میں اکثر واقع ہیں، حقیقت میں قرآن ان عیوب سے ایسا مبرا ہے کہ اس میں ذرا سی بھی حرف گیری ناممکن ہے اور اگر ہم اول سے آخر تک پڑھیں تو کہیں ایسی بات واقع نہ ہوگی کہ جس سے ہنسی آجائے وہ مذہب جس کی قرآن نے بنا ڈالی ہے اس میں کمالِ وحدانیت اور اس میں خدا تعالیٰ کا مضمون سمجھنے میں کچھ دقت اور ابہام نہیں ہے۔انتہی

یہ تھوڑا سا بیان عمدگی وشائستگی وخوبی قرآن شریف کا جو بہ شہادت ہم قومانِ پادری فورمن صاحب لکھا گیا ہے اس مقام میں کافی سمجھ کر اس پر بھی تنبیہ کر دی جاتی ہے کہ آپ کی کتابوں کے معیوب ہونے میں آپ کے ہم قوم شاہد ہیں۔

اب اس کا جواب لکھتا ہوں جو پادری صاحب نے تحریر کیا ہے کہ بہت باتیں کتاب مقدس یعنی کلام الٰہی میں سے نکال کر اس میں مندرج کی گئی ہیں سو واضح ہے کہ قرآن کے منزل علیہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب قوموں کے دانش مندوں کے نزدیک امی محض تھے قطع نظر دوسری زبان کی کتابوں سے اپنی زبان کی کتابیں بھی نہیں پڑھی تھیں اس مطلب کو بھی عیسائیوں کی شہادت سے ثابت کیا جاتا ہے۔

ایبان صاحب نے کتاب سوانح عمری حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کے چوتھے باب میں لکھا ہے :

حضرت موسیٰ اور آنحضرت پڑھے ہوئے نہ تھے صرف تجربہ کار آدمی تھے۔انتہیٰ

جون ڈیون صاحب اپنی کتاب وقائع عمری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے حصہ میں لکھتا ہے :

وہ علم جس سے لوگ علم مراد رکھتے ہیں حضرت کو بالکل نہ تھا کیونکہ آپ نے سوا اس تعلیم کے جو آپ کی قوم میں ہوتی تھی نہ پائی تھی اور آپ کی قوم کے لوگ اس زمانہ میں علم ادب سے غفلت کرتے تھے بلکہ شاید حقیر جانتے تھے کیونکہ وہ اپنی زبان کے مقابلے میں کسی زبان کی منزلت نہ سمجھتے تھے وہ اپنی زبان میں اِستعمال سے کمال حاصل کرتے تھے کتابوں سے نہ حاصل کرتے تھے۔انتہیٰ

پس جب عیسائیوں کے نزدیک بھی متفق علیہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے لکھے نہ تھے تو جب تک پادری فورمن صاحب آپ کا اپنی بائبل کا پڑھا لکھا ہونا ثابت نہ کر لیں تب تک ان کا یہ دعویٰ محض باطل ہے اور چونکہ اثبات آپ کے بائبل کے پڑھے لکھے ہونے کا کرنا محال ہے تو پادری صاحب کا یہ اِدعا صرف خام خیال ہے۔خدا تعالیٰ ہدایت کرے۔یہ لوگ جو اپنی قوم کے پیشوا اور دین دار کہلاتے ہیں تو ایسی خلاف واقعہ باتوں کے لکھنے اور مشتہر کرنے سے کیوں نہیں شرماتے ہیں!۔جھوٹ کے گناہ سے قطع نظر لوگوں میں رسوائی سے بھی نہیں شرماتے ہیں!!۔

نکتہ: پادری صاحب نے جو دلیل قرآن کی بناوٹ پر لکھی تھی اس سے قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر یقین حاصل ہو جاتا ہے۔کیا معنی جب ایک شخص ناخواندہ کی کتاب میں بہت باتیں کتاب

مقدس کی پائی گئیں تو بالصراحت ثابت ہوا کہ یہ کتاب کلامِ الٰہی ہے۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

خمیر مایۂ دکان شیشہ گر سنگ ست

یہاں پر ایک اور بات قابل لکھنے کی یہ ہے کہ کتاب مقدس سے کچھ باتیں نکال کر قرآن میں لکھنے سے قرآن اور اہل قرآن بے شمار معزز قوموں پر غالب ہو گئے اور کتاب مقدس والی جو صراحۃً بے شمار معزز قوموں میں داخل ہیں کیوں مغلوب ہو گئے۔ کیا جز وکل پر غالب ہو جایا کرتا ہے؟ نہیں یہ ہرگز نہیں، بلکہ یقینی بات یہ ہے کہ قرآن کلام الٰہی ہونے کے سبب سے سب دینوں پر غالب آ گیا اور اگلی آسمانی کتابیں تحریف کے سبب جو بموجب اقراران کے مفسرین کے متحقق ہے۔کمامرذکرہ۔ مغلوب ہو گئیں۔فثبت المطلوب بإقبال الخصم المغلوب .

اور یہ جو رسالہ تیغ وسپر عیسوی کے اخیر میں لکھا ہے :

> اکثر ناواقف محمدی یہ دعوی کیا کرتے ہیں کہ ہمارا مذہب دنیا کے کل مذاہب کی نسبت افضل وقوی ہے یہ ان کی صریح غلطی ہے۔ دیکھو عیسائی لوگ ۳۰ کروڑ ہیں۔ بدھ کے پیرو ۲۵ کروڑ۔ ہنود ۲۰ کروڑ۔ محمدی ساڑھے بارہ کروڑ اور ان ملکوں میں جہاں محمدی مذہب غالب ہے آزادی، شائستگی اور حکمت کی بُو بھی نہیں پائی جاتی۔

اس کلام کو پہلے کلام سے تناقض ہے کیونکہ اول قرآن کا بے شمار معزز قوموں پر غالب ہونا مان کر اس سے انکار کیا جاتا ہے۔ اور پھر دوسرا تناقض یہ ہے کہ انتہا اسی کلام میں غلبۂ دین محمدی کا کلمہ پڑھا جاتا ہے۔ خیر! ہم ان تناقضات سے قطع نظر کر کے پادری صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ آپ نے یہ شمار کون سی مقدس کتاب کی رُو سے بیان کیے ہیں۔ اس کے نام باب فصل آیت کا نشان بتلا کر تسلی فرما دیں، ورنہ مسلمانان موجودہ عربستان وترکستان روم وشام بلخ وبخارا سمرقند ویارقند خراسان ایران وتوران پنجاب و ہندوستان سندھ ودکن وغیرہ ملکوں کے باشندوں کا شمار کر کے بتا دیں کہ تعداد مسلمانوں کی کتنی ہے۔

میری یہ تحریر پادری صاحب کی خیالی بات کے جواب میں ہے، ورنہ کوئی دانش منداس امر کا قائل نہیں ہے کہ کثرت تعداد اشخاص کسی دین کی اس کی حقیت پر دلیل ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو

یاجوج ماجوج کی قوم پر جو قطع نظر پادری صاحب کی قوم کے کل باشندگان روے زمین سے بڑھ کر ہیں ان کا دین سچا ہوتا۔ ولا قائل به من الفريقين .

پس اصل مطلب وہی ہے کہ غلبہ خواہ باعتبار نصرت انجام کار مومنین یا باظہار حجج و براہین مراد ہے نہ بکثرتِ تعدادِ اشخاص۔ وَكَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ . (۱) ایسا مضمون ہے جس کی تصدیق ازمنہ ماضیہ وحال میں موجود ہے۔

رہا یہ مقولہ پادری صاحب کا:

'اوران ملکوں میں جہاں محمدی مذہب غالب ہے آزادی شائستگی اور حکمت کی بُو بھی نہیں پائی جاتی ہے۔'

سو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اگر پادری صاحب اپنی قوم کے علما و حکام وعوام کی شائستگی اور حکمت کو اہل اسلام کے تینوں فرقوں سے مقابلہ کریں اور انصاف کو سامنے دھریں تو بے شک مان لیں گے کہ آپ کی قوم میں کس قدر شائستگی وحکمت ہے۔ آپ کے اس اعتراض سے دریافت ہوا کہ آپ نے مسلمانوں کی تہذیب الاخلاق کی کتابیں مثل احیاء العلوم و کیمیاے سعادت ومثنوی مولانا روم قدس سرہ کبھی نہ دیکھی ہوں گی۔ کیونکہ اگر آپ ایسی کتابوں کے ملاحظہ سے کبھی حظ اٹھائیں تو پھر مدت العمر مسلمانوں کی غیر شائستگی کا نام زبان پر بھی نہ لائیں اور اس سے بڑھ کر اہل قرآن کی شائستگی کیا ہوگی جبکہ منصف عیسائی بھی اس کی تعریفات و مدائح کی شہادت سے رطب اللسان و عذب البیان ہیں۔ چنانچہ تھوڑی سی نقل اس باب میں اوپر منقول ہو چکی ہے۔ والفضل ما شهدت به الأعداء .

یہاں پر مخفی نہ رہے کہ پادری صاحبان کی جانب سے جس قدر اعتراضات تعلیمات قرآنی پر ہوئے ہیں ان کے جوابات جو منصفان قوم نصاری (دیکھو کتاب سوانح عمری آنحضرت جوادف جون ڈیون بورٹ صاحب نے لکھی ہے۔۱۲) وعلماے اسلام نے لکھے ہیں ان کے دیکھنے سے البتہ سد باب مباحثہ اور طالب حق کی تسلی ہو جاتی ہے۔

---

(۱) بہت ایسا ہوا کہ تھوڑے لوگ غالب آ گئے بہتوں پر خدا کے حکم سے۔۱۲

اور یہ بھاری بے انصافی ہے کہ ایک ایک اعتراض کے دس دس جواب تو مل چکے ہیں پھر وہی اعتراض دیرینہ جوتقویم پارینہ ہے اب تک برابر اپنے رسالوں میں لکھے جاتے ہیں اور خالق وخلق سے نہیں شرماتے ہیں۔موفق حقیقی یہ توفیق بخشے کہ جانبین کے سوال و جواب کے رسائل غور سے مطالعہ کریں، آرام طلبی اورتن آسانی کے پیچھے نہ پڑیں اور اتنے ہی پر قانع اور نازاں نہ ہوں کہ عیسائیوں کی طرف سے فلانی فلانی کتاب کا جواب لکھا گیا ہے بلکہ کسی قدر فرصت دنیاوی کاموں سے لے کر دینی باتوں کی بھی تحقیق کریں اور ایسی کتابوں کو حرف بحرف غور سے پڑھیں۔ مذہبی تعصب کوترک کر کے انصاف کریں۔دنیا چندروزہ ہے، دائمی نجات کی بھی کچھ تلاش فرمائیں تا کہ ابدی عذاب سے نجات پائیں اوراس خیال کو کہ مسلمان دھوکے میں پھنسے ہوئے ہیں ذرا دل سے دور کر کے کچھ ان کی بھی سنیں کہ ان صورتوں میں بفضلہٖ تعالیٰ اُمید صفائی کی متصور ہے۔

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ☆ درنوشت ست پند بردیوار

اب میں اس جواب کواس تحریر پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کا تو مختصر حال وہ ہے جو اوپر مذکور ہو چکا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے جو بہ شہادت عیسائیاں لکھتا ہوں۔

اسپان ہمیس مسیحی جو آپ کی دشمنی میں شدید تھا اس سے سیل صاحب نے اپنے ترجمۂ قرآن کے مقدمہ میں جو مطبوعہ ۱۰۸۵ء ہے صفحہ ۶ پر نقل کیا ہے کہ آنحضرت (ﷺ) نہایت شکیل وعقیل تھے اور پسندیدہ طریقہ رکھتے تھے مسکینوں سے احسان ان کا شیمہ کریمہ تھا۔سب سے نیک خلقی سے معاملہ کرتے تھے۔ بڑے بہادر تھے۔خدا کے نام کی تعظیم عظیم کرتے تھے اور بہتانیوں، زانیوں، خونیوں، فضول گوؤں، طمع والوں، جھوٹے گواہوں سے سخت تشدید کرتے اور بھاری سزا دیتے تھے اور لوگوں کو صبر، بخشش، نیکوکاری، احسانِ ماں باپ اور بڑوں کی تعظیم توقیر تکریم کا وعظ کرتے تھے اور خود پرلے درجے کے عابدومرتاض تھے۔انتہی

جون ڈیون بورٹ صاحب اپنی کتاب کی ابتدا میں لکھتا ہے :

اس کتاب کی تصنیف سے میری یہ غرض ہے کہ آنحضرت (ﷺ) کے وقائع عمری پر جو جھوٹے الزامات اور بے انصافانہ بہتان نفع رساں تھے وہ مصنف جنہوں نے تعصب

مذہبی کے سبب سے اس محی عبادت واحد مطلق کے شہرہ پر داغ لگایا ہے صرف انہوں نے یہ نہیں ظاہر کیا ہے کہ ہم نا منصف اور اس عدل سے خالی ہیں جس کے اتباع کے واسطے حضرت عیسیٰ نے اس قدر رشد و مد سے تاکید فرمائی ہے بلکہ انہوں نے اپنی رائے میں بھی غلطی کھائی ہے، کیونکہ ادنی فکر میں ان کو یقین ہو جاتا کہ یہ عیسائیوں اور اس زمانہ کے عقلا کا طریقہ نہیں ہے کہ نبی اور اس کے مقولوں پر نکتہ چینی کریں بلکہ مشرقی لوگوں کا یہ طریقہ ہے آنحضرت (ﷺ) کو ایک شارعِ مذہب اور مقننِ ملت خیال کرنا چاہیے۔ اگر ہم یہ نہ کہیں کہ آپ ایسے ذہین تھے کہ دنیا میں آپ کا نظیر پیدا نہیں ہوا تو اس میں شک نہیں کہ آپ ملک ایشیا کے سب میں بڑے نامی اور گرامی آدمی تھے۔

جب ہم اس بات کا خیال کریں کہ آپ کی پیدائش سے پہلے اہل عرب کا کیا حال تھا اور وہ آپ کی ہدایت کے بعد کیسے ہو گئے۔ علاوہ اس کے اس بات پر بھی غور کریں کہ آپ کے مسئلوں نے کروڑ ہا آدمیوں کے دل میں کیسی گرمی پیدا کی اور قائم رکھی تو اس صورت میں ایسے بڑے آدمی کی صفت وثنا نہ کرنا بہت بڑی بے انصافی ہے اور آپ کی ولادت کو اتفاق پر محمول کرنا خدائے عزوجل کی قدرت اور حکومت پر شبہ کرنا ہے۔ وفی مقام آخر من ہذا الکتاب۔

ایک تجارت کے سفر میں جس میں آنحضرت (ﷺ) اپنے چچا کے ساتھ تھے، آپ شام کے جنگل میں ایک عبادت خانہ کے قریب پہنچے ان میں سب سے بڑے پادری نے حضرت (ﷺ) کو بغور دیکھ کر ابو طالب کو ایک گوشہ میں لے گیا اور کہا اپنے بھتیجے سے خبردار رہنا اور اس کو یہودیوں کی شرارت سے بچانا کیونکہ یہ یقینی ایک بڑے مطلب کے واسطے پیدا ہوا ہے۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ اس پادری کی پیشین گوئی بالکل پوری ہوئی۔ وفی مقام اخر منہ۔

آپ میں فرشتوں کی صفات تھیں آپ کی نصیحت جلد مؤثر ہوتی تھی۔

جب آپ مسن ہوئے تو گبن صاحب مورخ نے آپ کا ذکر اس طرح لکھا ہے :

لوگ آنحضرت (ﷺ) کی شاہانہ شکل اور رسیلی آنکھوں اور وضع دار تبسم اور بکھری ہوئی

داڑھی اور ایسا چہرہ جو دل کے ہر ایک جذبہ کی تصویر کھینچ دے اور ایسی حرکت اعضا جو زبان کا کام دے تعریف کیا کرتے تھے۔ دنیوی رسوم میں آپ کو ادب اور خوش خلقی کا نہایت لحاظ تھا۔ امرا اور حکام کی جس قدر آپ تعظیم کرتے تھے اتنی ہی آپ غربائے مکہ کے ساتھ خوش خلقی اور دل داری سے پیش آتے تھے۔ انتہی

پس جائے غور ہے کہ جس شخص کی اس قدر تعریف مخالف لکھیں اور اس کی کتاب و ملت کو پسندیدہ کہیں اور بایں ہمہ اگلی آسمانی کتابوں میں اس کی نبوت پر بشارتیں اور اشارتیں بھی ہوں اور بہت سے اہل کتاب اس پر ایمان لائے اور اب تک لیے آتے ہوں تو پھر بے شک وشبہ انصاف کی رو سے ماننا پڑ جاتا ہے کہ یہ شخص خدا کا سچا نبی ہے کہ جس پر ایمان لانے سے ابدی نجات حاصل ہوتی ہے اور اس کے انکار میں عذاب دائمی ہے۔

من آنچہ شرط بلاغ ست یا تو میگویم
تو خواہ پنداز اں در پذیر وخواہ ملال

حقیر یہاں پر بڑی نیازمندی سے تمام اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو توریت کے باب استثنا کی یہ تین آیتیں یاد دلاتا ہے :

(۲۰) لیکن وہ نبی کہ تکبر سے جرأت کرے اور میرے نام سے کوئی بات کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا دوسرے معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے گا۔ (۲۱) پس تو اگر پسند کرے اور اپنے دل میں کہے کہ میں کیوں کر تمیز کر سکوں اس بات کی جو رب نے نہ کہی ہو۔ (۲۲) پس تیرے لیے یہ نشانی ہے کہ جو بات اس نبی نے خدا سے کہی اور وہ پوری نہ ہوئی تو وہ رب کی کلام نہیں ہے بلکہ اس نبی نے اپنی عظمت دکھلانے کو کہی تھی۔

پس اب خدا کے لیے سارے یہود و نصاریٰ غور کریں اور دیکھیں کہ ہمارے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوئ نبوت کیا اور کسی نے آپ کو قتل یعنی مار نہیں دیا اور جو باتیں آپ نے خدا کی طرف سے فرمائیں وہ سب پوری ہوئیں، اس لیے کروڑ ہا آدمیوں نے آپ کا دین مان لیا تو بموجب شہادت آپ کی مقدس کتاب کے بھی آپ بے شک سچے پیغمبر اور برحق نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں ۔پس بڑی خوش نصیبی ہے ان لوگوں کی جو آپ پر ایمان لائے اور محمدی کہلائے اور سخت حسرت ہے ان کے لیے جو آپ کے منکرین میں داخل ہوئے اور جہنم میں واصل ہوئے۔

اے خدائے کریم رحمٰن ورحیم ! ہم سارے مسلمین تیرے عاجز بندوں اور تیرے حبیب قریب رسول کریم علیہ التسلیم کے دامن گیراورارادت مندوں سے ہیں تیرا بڑااحسان ہو کہ ہم کو دنیا میں اسی طریق پر مستقیم رکھ اوراسی پر خاتمہ فرمااور آخرت کو اسی فریق میں اٹھا۔

یارب ایں آرزوے من چہ خوش ست ☆ تو بدیں آرزو مرا برساں

ختم ہوئے جواب تیرہ سوالوں کے۔

سوال-۱۴(۱)

چونکہ صرف متعلق ہے اہل تشیع کے اور منشا اس سے جرح ہے کتب احادیث پر اس لیے مستحسن معلوم ہوا کہ اس جگہ جواب ان اعتراضات جو پادری عمادالدین صاحب نے باتباع پادری فنڈر صاحب مصنف میزان الحق کے احادیث پر کیے ہیں لکھا جائے اور اس سوال جواب سے پہلے اس قدر محفوظ ہونا چاہیے کہ جو احادیث صحیحہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کتب صحاح میں مروی ہیں وہ سب بحکم قرآن مسلم الثبوت وواجب الایمان ہیں سورۂ نجم (۲۷س)(اپ) میں ہے :

وَ مَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی o (سورۂ والنجم:۵۳/۳-۴)

ترجمہ: اورمحمد (ﷺ) خواہش نفس سے بات نہیں کہتا ہے۔نہیں ہے وہ بات مگر پیغام الٰہی جو اس کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

اورسورۂ حشر (۲۸س)(اپ)(۴ر) میں ہے :

وَ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَ مَا نَهٰكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا o (سورۂ وحشر:۵۹/۷)

(۱) سوال ۱۴۔شیعہ فرقہ میں کون کون سی کتاب علم حدیث کی معتبر سمجھی جاتی ہے ان کے نام بیان فرما کر ان کے مؤلفوں کے نام بھی بتلا دیں اور ہر ایک کتاب کی تالیف کا سن بھی براہ نوازش کسی کتاب معتبر کے حوالہ سے لکھ دیں۔۱۲ نغمۂ طنبوری

ترجمہ: یعنی جو کچھ تم کو رسول نے دیا اسے پکڑ لو اور جس چیز سے روکا اس سے باز آؤ۔

اور نیز بہتر (۷۲) اصحاب جن میں عشرہ مبشرہ داخل ہیں آپ سے روایت کرتے ہیں :

وَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ . (۱)

یعنی جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا اور جو میں نے نہیں کہا تھا میری طرف اسناد کیا پس وہ تیار دیکھ لے اپنی جگہ دوزخ میں۔

پس بحکم ایسی احادیث متواترہ کے ہمارے مقتدایانِ دین نے روایت حدیث میں ایسے قواعد وضوابط کی پابندی کی ہے کہ جن کی رعایت سے یقین ہو جاتا ہے کہ احادیث صحیحہ میں کچھ بھی خلل و زلل نہیں ہے۔ **كما لا يخفى على الماهر بضوابط علم أصول الحديث .**

اور کیوں نہ ہو جب کہ یہاں تک انتظام ہے کہ جس سے ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی روایت میں جھوٹ ثابت ہو گیا تو اس کی حدیث کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے پس باوصف ایسی احتیاطوں کے کوئی عاقل کب کہہ سکتا ہے کہ احادیث صحیحہ نامعتبر ہیں۔

اب اعتراضات خمسہ اوران کے جواب لکھے جاتے ہیں :

چونکہ یہ جوابات کسی سوال نغمۂ طنبوری کے نہیں ہیں تا کہ ان میں جوابِ تحقیقی کا التزام کیا جاتا، اس لیے ان میں اوّل جوابِ تحقیقی اور پھر جوابِ الزامی اور وہ بھی بغرض اصلاح دیے گئے ہیں :

پہلا اعتراض

حدیث کے راوی آنحضرت (ﷺ) کے ازواج واقارب واصحاب ہیں اوران کی شہادت ان کے حق میں نامعتبر ہے۔

جواب

(۱) صحیح بخاری: ۱/۳۳ حدیث: ۱۱۰...... صحیح مسلم: ۱/۱۰ حدیث: ۳...... سنن ابوداوٗد: ۳/۳۵۷ حدیث: ۳۶۵۳ ...... سنن ابن ماجہ: ۱/۱۳ حدیث: ۳۰...... سنن ترمذی: ۴/۵۲۴ حدیث: ۲۲۵۷۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور تمام فضائل تو قرآنِ مجید کی شہادت سے ثابت ہیں۔ کسی رشتہ دار یا یار کی شہادت سے ثابت نہیں ہوئے تا کہ ان کی شہادت آپ کے حق میں نامعتبر متصور ہوتی اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دنیاوی حق یا منصب سلطنت وریاست کا دعوی نہیں فرمایا تھا کہ اس کی وجہ ثبوت میں ان لوگوں کی شہادت نامعتبر خیال کی جاتی بلکہ احادیث سے تو احکام الٰہی ثابت ہوتے ہیں پس ان کے راوی سوائے ان لوگوں کے جو خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول کریم (ﷺ) پر ایمان لانے والے ہیں اور کون ہو سکتے ہیں پس ان کی شہادت کو نامعتبر جاننا اہل کتاب کو سخت نامناسب ہے۔

دیکھو اَناجیل اربعہ میں جس قدر حالات و مقاماتِ مسیحی درج ہیں ان کے راوی بھی حضرت مریم والدہ ماجدہ اور یوسف نجار آپ کے جعلی باپ اور آپ کے شاگرد یعنی حواریین ہیں پس چونکہ ان لوگوں کی شہادت حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کے بارے میں معتبر متصور ہوئی، تو اگر ایسے ہی لوگوں کی شہادت ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نامعتبر ٹھہرے گی تو اس بات کا نام سوائے نہایت بے انصافی اور غایت تعصب مذہبی کے اور کیا رکھا جائے گا۔

پس لازم ہوا کہ اہل کتاب اس شہادت کو بھی مثل اپنی مقدس کتاب کی شہادت کے معتبر تسلیم کریں، تا کہ عاقل ان پر الزامِ بے انصافی اور حرفِ تعصب نہ دھریں اور اگر کہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب اور صحابہ کا ایمان ریاست دنیوی کی طمع پر مبنی تھا تو یہ احتمال بھی محض خام خیال ہے، کیونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد ۱۳ برس تک کفار کے ہاتھ سے سخت تکلیفات اٹھاتے رہے اور اس اثنا میں تمام آپ کے اقارب اور اکابر صحابہ ایمان لائے اور اپنی ریاستوں اور عیش وعشرت کو چھوڑ کر آپ پر مال ومنال فدا کر کے تمام رنج اٹھا کر سچے مومن کہلائے، یہاں تک کہ بعض صحابہ جلا وطن ہو کر حبشہ اور مدینہ کو ہجرت کر گئے۔ اسلام کو عزیز جان کر بترک اہل وعیال فقر اور مسکنت کے پیچھے پڑ گئے پس وہ کون عاقل ہے جو ایسے لوگوں کے ایمان کو طمعِ دنیوی پر حمل کرے، حالانکہ قرآن عظیم ان کے کمالِ ایمان اور علوِشان پر شاہد عادل ہے۔ کـمـا بين في رسالة هدية الشيعتين .

اے صاحبو! حضرت مسیح کے تلامذہ یعنی حواری جو مساکین شکاری تھے اور یہودیوں سے سن

چکے تھے کہ حضرت مسیح سلطان عظیم الشان ہوں گے اور نیز خود حضرت مسیح نے ان سے فرمایا تھا کہ میں جب اپنے جلال کے تخت پر بیٹھوں گا تو تم بھی بارہ تختوں پر بیٹھو گے اور اسرائیل کے بارہ فرقوں کی عدالت کرو گے جیسا کہ انتیسویں باب انجیل متی میں موجود ہے۔

پس جب ان کا ایمان طمعِ دنیوی پر حمل نہیں کیا جاتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابوں کا ایمان باوجود ترک ریاست واختیار مسکنت کے کیوں طمع ریاست پر محمول ہوتا ہے۔ ذرا انصاف کرو اور عقل دُوربین کو کام میں لاکر خدا کے عذاب سے ڈرو۔ **وما علینا إلّا البلاغ المبین . واللّٰہ ھو الموفق والمعین .**

دوسرااِعتراض

کتب احادیث کے مؤلفوں نے حالاتِ محمدی اور معجزاتِ احمدی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے اور نہ آپ کی باتیں بلا واسطہ سنی ہیں بلکہ ان سب کو بہ تواتر ایک سو برس یا دوسو برس آپ کی وفات کے بعد سنا اور جمع کیا اور مقدار نصف کے نامعتبر جان کر ساقط کردیا۔

جواب

غرض اس اعتراض سے اظہارِ ضعف رواياتِ لسانی ہے اور حق یہ ہے کہ جو امر مقصود اور ضروری ہوتا ہے بالضرور یاد رہتا ہے گو اس کے وقوع کو کسی قدر عرصہ گزر چکا ہو اور جو روزمرہ کے سرسری کام ہوتے ہیں ان کے حفظ میں اہتمام نہیں رہتا ہے۔

اگر کسی سے پوچھا جائے کہ پرسوں آپ نے کیا کھایا اور کتنی دفعہ پانی پیا تھا تو وہ بے شک نہ بتا سکے گا لیکن اگر یہ استفسار کیا جائے کہ تمہارے شہر میں وقت غدر کے کس کس کا گھر لوٹ کھسوٹ سے محفوظ رہا تھا تو اس ۲۲ برس کی بات کو اَز بر سنا دیں گے اور نیز اپنے فرزند یا بھائی کی شادی کے حالات باوجود انقضاے مدتِ دراز حرف بحرف لکھا دیں گے۔

پس جب دنیوی کاروبار کا یہ حال ہے تو احادیث نبوی کہ جن سے نصف یا زیادہ احکام شرعیہ کا اثبات ہوتا ہے اصحاب کبار اور ان کے شاگردان ابرار کو کیا یاد نہ تھیں۔ نہیں بلکہ واقفانِ احوالِ صحابہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ سب ان کو باہتمام تمام اور ضبط مالا کلام محفوظ تھیں، لیکن صدرِ اول میں بسبب برکت قربِ زمانِ سعادت نشاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کمالِ حفظ وضبط کے نیز خوفِ لبسِ قرآن وحدیث سے صحابہ تالیف وجمع احادیث کے محتاج نہ ہوئے اور تابعین یعنی صحابہ کے شاگردوں نے مثل امام زہری وامام ربیع بن صبیح وامام سعید وغیرہم نے احادیث کی تالیف بلا رعایت ابوابِ فقہی شروع کی۔

پھر تبع تابعین سے امام مالک نے مدینہ طیبہ میں اور امام ابومحمد عبدالملک نے مکہ معظّمہ میں اور امام عبدالرحمٰن بن اوزاعی نے شام میں اور امام سفیان ثوری نے کوفہ میں اور امام حماد بن سلمہ نے بصرہ میں بلحاظ ترتیب ابواب فقہ کتب احادیث لکھیں۔

پھر امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہم اللہ اور امام مسلم بن حجاج نیشاپوری نے اپنی صحیحین میں احادیث صحیحہ پر اقتصار کیا اور احادیث غیر صحیحہ کو چھوڑ دیا لیکن احادیث متواترہ وصحیحہ کو کسی نے بھی نا معتبر جان کر ترک نہیں کیا ہے اور امامانِ علم حدیث نے روایت کے باب میں سخت کوشش فرمائی۔

اسماے رجال کی کتابیں دیکھنے والے یقین کرتے ہیں کہ روایت حدیث میں کس قدر احتیاط مرعی ہے۔ اب اس سعی بلیغ کے دیکھنے اور روایاتِ سلسلہ وار جن کا انتہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بڑی متانت سے پہنچتا ہے ان کے ملاحظہ سے صاف ظاہر ہے کہ ان روایاتِ لسانی میں کچھ بھی خلل متصور نہیں ہوسکتا ہے۔

دیکھو پانچ باب سفر امثال کی حضرت سلیمان کی وفات سے ۲۷۰ برس بعد روایاتِ لسانی سے لکھی گئی ہیں اور انجیل مرقس اور لوقا اور انیس باب کتاب اعمال کی بھی روایات لسانی لکھی گئی ہیں، اس لیے جمہور اہل کتاب روایاتِ لسانی کو معتبر جانتے ہیں۔ پس انجیل مرقس ولوقا وکتاب اعمال و سفر امثال تو آپ کے نزدیک باوصف روایاتِ لسانی کے معتبر ٹھہریں اور احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم روایاتِ لسانی ہو کر نامعتبر۔ یہ کیا سخت بے انصافی ہے۔ خدا اپنے سارے بندوں کو عقل سلیم عنایت فرمائے۔

تیسرا اعتراض

جو عاقل تعصب کو چھوڑ کر اکثر احادیث کے معانی میں غور کرے تو جان لے گا کہ اُن کے معانی صادق اور مطابق نفس الامر نہیں ہیں۔

جواب

اوّل: تو یہ اعتراض مجمل بلکہ مہمل ہے۔کسی حدیث کے معنی کی نظیر نہیں لکھی تا کہ اس کی امثال کو اس اعتراض کا مورد تصور کیا جاتا اور اس کا جواب سوچنے میں آتا۔

دوم: یہ اعتراض محض غلط ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں کوئی ایسا مضمون نہیں کہ عقل سلیم کے نزدیک ممتنع ہو، لیکن بعض معجزات کہ وہ خلاف اور خرق عادت ہیں اور ایسا ہی بہشت دوزخ اور فرشتوں کا حال ہے جن کے نظائر دنیا میں موجود نہیں ہیں، پس ان چیزوں کے ممتنع ہونے کی کوئی دلیل اگر آپ کے یہاں ہے تو اسے بیان کیجیے اور ہم سے اس کا جواب شافی لیجیے۔

اور اگر آپ کو یہ خلجان ہے کہ یہ امور خلاف عادت ہیں تو کیا مضائقہ ہے، کیونکہ معجزہ تو نام اسی چیز کا ہے جو حسب عادت نہ ہو بلکہ برخلاف عادت ہو۔کیا حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے عصا کا اَژدہا بن جانا اور ساحروں کے تمام سانپوں کا نگل جانا اور پھر ویسے کا ویسا ہی عصا بن کر نظر آنا یہ خرقِ عادت اور خلافِ معتاد نہ تھا۔وعلی هذا القياس .

دوسرے معجزاتِ موسوی جو کتابِ مقدس میں مذکور ہیں، پس جب ان کو مانا جاتا ہے تو معجزات محمدی کے ماننے میں کون سی قباحت ہے۔اور عالم اُخروی کو عالم دُنیوی پر قیاس کرنا اور جس چیز کی دنیا میں نظیر نہ ہو اس سے منکر ہو جانا ان لوگوں کا کام ہے جو کسی مذہب وملت کے پابند نہ ہوں، البتہ جس نے آگبوٹ اور ریل گاڑی نہ دیکھی ہوگی وہ اس قدر سرعت قطع مسافت سے منکر ہوگا مگر جب دیکھ لے گا تو اس کا استبعاد جاتا رہے گا۔

پس جب شارعِ معصوم اور صادقِ مصدوق نے ہم کو بعض چیزوں کی خبر دی جن کی نظیر ہم دنیا

میں نہیں دیکھتے ہیں تو خدا کو ہر چیز پر قادر جان کر ان چیزوں پر ایمان لاتے اور مان جاتے ہیں۔ بھلا انصاف تو کرو مسئلہ تثلیث اور کفارہ جو آپ کے ایمان کا اصل الاصول ہے اس کو کون سی عقل سلیم تسلیم کرتی ہے بلکہ آپ لوگ خود کہتے ہیں یہ باتیں عقل میں نہیں آتی ہیں، پس ان ممتنعاتِ عقلی نفس الامری کو مان کر ممتنعاتِ زعمی اور فرضی سے منکر ہونا یہ کون سا مذہب وملت ہے۔

چوتھا اِعتراض

بہت سی حدیثیں قرآن کے برخلاف ہیں کیوں کہ قرآن میں ہے کہ آنحضرت سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور حدیثوں میں بہت سے معجزات مذکور ہیں اور بھی قرآن میں ہے کہ آپ گناہ گار تھے اور بہت سی حدیثوں میں ہے کہ آپ معصوم تھے اور نیز قرآن میں ہے کہ آپ ابتدا میں جہل و گمراہی میں تھے جیسا کہ سورۂ والضحیٰ میں ہے: **وَ وَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی** اور سورۂ شوریٰ میں ہے: **مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَ الْاِیْمَانُ** اور حدیثوں میں ہے کہ آپ ایمان پر متولد ہوئے تھے۔

جواب

کوئی حدیث صحیح قرآن کے برخلاف نہیں ہے، صرف فہمید غیر سدید ہے۔ ایسا جب قرآن کے اول سے آخر تک بغور پڑھنے سے ہرگز نہیں پایا جاتا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا بلکہ قرآن میں تو بجابجا (بارہا) متعدد بہت بھاری ثبوت ہے معجزات کا۔ سورۂ بقر (اس) (۳پ)(۳ر) میں ہے :

وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ وَّ مَا یَکْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَo (سورۂ بقرہ:۲/۹۹)

ترجمہ: اور ہر آیہ بے شک ہم نے اُتاری تیری طرف اے محمد (ﷺ) معجزات ظاہر اور

نہیں منکر ہوتے ان معجزات کے مگر بے حکم لوگ۔

دیکھو کیسا شد و مد سے اثباتِ معجزات ہے۔اس آیت کے معنی تفسیر عزیزی سے جو فارسی واُردو دونوں کثیر الوجود ہیں دیکھ لیجیے تاکہ بیخ اعتراض کا کشت زاروں سے برکندہ ہو جائے اور پھر کبھی یہ وسواس آپ کے نزدیک نہ آئے۔اور تیرہویں سوال کے جواب میں جو معجزاتِ قرآنی کا مختصر بیان لکھا گیا ہے اس کو بھی بنظر تامل ملاحظہ کریں اور معجزۂ شق القمر پر جو آپ کی قوم کے اعتراض تھے ان کا تھوڑا سا جواب بھی حاشیہ میں ابتداءً اسی جواب کے لکھ دیا ہے اس کو بھی آپ پڑھ لیں اور انصاف کو ہاتھ سے نہ دیں البتہ قرآن میں اتنا ضرور ہے کہ جب کبھی کفار نے براہِ تعنت وعناد معجزہ طلب کیا یا عالم الغیب نے عدم انتفاع جان لیا تو اس کے جواب میں یہ حکم دیا :

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلاً ۝ (سورۂ بنی اسرئیل:۱۷/۹۳)

یعنی کہہ دو ان کے اعتراضات اور لغویات کے جواب میں میرا رب پاک ہے میں تو آدمی رسول ہوں مثل دوسرے رسولوں کے۔

یعنی جیسا کہ دوسرے رسول بھی کفار کے عناد اور لجاج کی حاجت میں معجزہ نہیں دکھاتے ویسا میں بھی نہیں دکھاتا ہوں۔اجی کون سی ضرور ہے کہ ہر واہیات میں خدا اور رسول کفار کی بات مان لیں پس اس میں مطلق معجزہ کی نفی نہیں بلکہ معجزہ مقترحہ کے دکھلانے سے انکار ہے،اور اسی پر سارے نبیوں کا مدار ہے۔سو اگر آپ کو ہماری بات کا نہیں اعتبار ہے تو آٹھویں باب انجیل مرقس سے حضرت مسیح علیہ السلام کا حال سن لیجیے اور انصاف کیجیے :

(۱۱)اور فریسی نکلے اور اس کے امتحان کے لیے آسمان سے نشان چاہ کی اس سے حجت کرنے لگے۔(۱۲)اور اس نے اپنی روح میں آہ مار کے کہا کہ اس زمانہ کی قوم کیوں نشان چاہتی ہے میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اس قوم کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا۔

اور اس قسم کی آیات عہد جدید وقدیم میں ہے بہت پیشکش کرسکتا ہوں،لیکن اختصار سے کار ہے اور بابت عصمت کے سوال ۳،۹،۱۰،۱۱ کے جوابات میں آیت قرآنی اس قدر لکھ چکا ہوں کہ اب اس کے ذکر مکرر کی چنداں حاجت نہیں۔ذرا تکلیف فرما کر ان کو پڑھ لیجیے اور اس وسوسہ کو خاطر مبارک سے باہر کیجیے۔اور سوال ۱۲ کے جواب میں بھی اثباتِ عصمت کا ذکر ہے۔باقی رہا اطلاق لفظ اضلال

کا آپ (ﷺ) پر سو اس کا جواب یہ ہے کہ ضـــال سے مراد ایمان سے گمراہ (جسے کافر کہتے ہیں) نہیں ہے کیونکہ اس ضلال کی خدا نے آپ سے نفی کی ہے جیسا کہ سورۂ نجم کے ابتدا میں فرمایا ہے :

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰی ٥ (سورۂ والنجم:۲،۱/۵۳)

یعنی ستارہ کی قسم ہے جب نیچے جاتا ہے کہ تمہارا صاحب یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم گمراہ نہیں ہوا اور نہ دین کا راہ بُھولا ہے۔

اور سورۂ شوریٰ کے اخیر میں ہے :

وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرٰطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ٥ (سورۂ شوریٰ:۵۲/۴۲)

یعنی اور بے شک تُو ہدایت کرتا ہے سیدھے راستہ کی طرف۔

پس جب خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ضلال کی نفی کی اور آپ کو ہادی فرمایا تو کیسے متصور ہوتا ہے کہ خدا نے ایسے ضلال کا اثبات کیا–هـل هـذا إلا جنون– بلکہ مراد اس ضلال سے وہ ہے جو حدیث مرفوع میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں لڑکپن میں اپنے جد عبدالمطلب سے راستہ میں بھول گیا اور بھوک سے سخت ناچار ہوا، پس خدا نے مجھے راستہ بتایا اور اپنے گھر پہنچایا سو خدائے کریم اس حال کو یاد دلا کر اپنے حبیب قریب پر تحدیث نعمت کرتا ہے، اور بیضاوی و کشاف وجلالین میں یوں لکھا ہے کہ آپ شریعت سے ضال یعنی انجان تھے، پس خدا نے الہام اور وحی سے شریعت پر ہدایت کر دی اور ایسا ہی بارہ وجہ سے اس کی توجیہات لکھی گئی ہیں۔اختصار کے واسطے اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور دوسری آیت میں جو لفظ ایمان ہے مراد اس سے نماز ہے جیسا کہ فرمایا ہے :

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِیْعَ اِیْمٰنَكُمْ ٥ (سورۂ بقرہ:۱۴۳/۲)

[ای صَلٰوَاتِكُمْ]

یعنی خدا تمہارے ایمان [یعنی نماز] کو ضائع نہ کرے گا۔

سوا اس کے اور توجیہات بھی بہت ہیں جن سے آیات میں تطبیق حاصل ہو جاتی ہے، پس ثابت ہوا کہ قرآن وحدیث میں ہرگز ہرگز مخالفت نہیں ہے۔

پانچواں اِعتراض

حدیثیں باہم مختلف ہیں؟۔

جواب

احادیث صحیحہ ہمارے نزدیک معتبر ہیں اور اگر کسی حدیث نامعتبر کا کوئی مضمون مخالف مضمون کسی حدیث صحیح کے ہوتو ہم اس کو پایۂ اعتبار سے خارج تصور کرتے ہیں اور جو بادیُ النظر میں احادیث صحیحہ کے درمیان اختلاف معلوم ہوتا ہے وہ ادنیٰ تامل سے متفق ہو جاتا ہے۔شروحِ احادیث میں تطبیقات کا کافی ذکر ہے،کوئی اہل اسلام میں سے اصلاً قائل اختلاف احادیث کا نہیں۔ ہاں ضرور ایسے اختلافات کی اگر تلاش درپیش ہوتو آپ کی مقدس کتابوں کا کوئی باب اختلاف سے خالی نہیں رہے گا۔

بہر حال ہماری اَحادیث میں وہ اِختلافات نہیں ہیں جو آپ کی مقدس کتابوں میں ہیں۔ کتاب اظہار الحق میں ۱۲۴/اختلاف کتب عہد جدید وعہد عتیق کے لکھ کر یوں تصریح کی ہے کہ اگر کوئی اہل کتاب کی کتابوں میں فکر سے دیکھے تو اُسے ناممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ کو مسیح موعود مان سکے۔ اس ملازمت کے بیان میں اُمورِ اربعہ مذکور ہوتے ہیں :

پہلا یہ اَمر ہے کہ جب یواقیم بن یوشیا نے وہ صحیفہ جلا دیا جو باروح نے ارمیا سے لکھا تھا تب یہ وحی ارمیا پر نازل ہوئی کہ یواقیم یہودا کے بادشاہ کی ضد میں رب کہتا ہے کہ ان سے کوئی داود کی کرسی پر نہ بیٹھے جیسا کہ چھتیسویں باب کتاب ارمیا میں ہے اور مسیح موعود کو داؤد کی کرسی پر بیٹھنا ضروری ہے لوقا نے پہلے باب اپنے انجیل میں حضرت جبرئیل کا قول جناب مریم سے یوں نقل کیا ہے :

اور خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا تخت اُسے دے گا۔

دوسرا اَمر یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کا آنا اس شرط سے مشروط تھا کہ ایلیا ان سے پہلے آئے گا اور یہود اسی واسطے آپ سے منکر ہوئے تھے کہ ایلیا اب تک نہیں آیا اور اس کا آنا ضرور ہے اور

حضرت مسیح نے بھی مان لیا تھا کہ ضرور ایلیا آنا تھا لیکن وہ آ گیا اور تم نے اس کو نہیں پہچانا۔

تیسرا اَمر یہ ہے کہ اہل کتاب کے نزدیک معجزات کا ظہور ایمان کی دلیل بھی نہیں ہوسکتی ہے چہ جائے آنکہ نبوت یا اُلوہیت کی دلیل بن جائے۔ انجیل متی کے چوبیسویں باب کی چوبیسویں آیت ہے :

> کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بڑے نشان اور کرامتیں دکھائیں گے یہاں تک کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔

پولوس کے دوسرے خط کے دوسرے باب کی نویں آیت دجال کے حق میں ہے کہ اس کا ظہور شیطان کی تاثیر کے موافق جھوٹ کی کمالِ قدرت اور نشانیوں اور اچنبوں اور ہلاک ہونے والوں کے درمیان شرارت کے ہر طرح کی دغابازی کے ساتھ ہوگا۔

چوتھا اَمر یہ ہے کہ جو کوئی غیر اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلائے تو وہ واجب القتل ہے، اور ظاہر ہے کہ مدعی اُلوہیت کا غیر اللہ ہے جو لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلاتا ہے۔

تیرہویں باب سفر استثنا میں ہے :

> جو نبی یا الہام کا مدعی جب عبادت غیر خدا کی طرف لوگوں کو بلائے تو وہ قتل کیا جائے اگرچہ صاحب معجزات عظیمہ ہو اور ایسا ہی جو ان کے قریبیوں سے اس کی طرف راغب ہو تو بھی سنگسار کیا جائے اور اس پر رحم نہ کریں۔

پس جب یہ چاروں مقدمات ذہن نشین ہو گئے تو اب جاننا چاہیے کہ حضرت مسیح بموجب نسب نامہ انجیل متی کے یواقیم کی اولاد سے ہیں پس ان کا داؤد کی کرسی پر بٹھانا ناجائز ہوا بحکم مقدمہ اُولی اور آپ سے پہلے ایلیا نہیں آیا، کیونکہ اگر ایلیا خدا کا رسول صاحب وحی والہام آتا تو کب ممکن تھا کہ وہ اپنے نفس کو نہ پہچانتا اور یہود میں ظاہر نہ ہوتا پس حضرتِ مسیح موعود نہ ٹھہرے بحکم مقدمہ ثانیہ اور آپ نے بموجب زعم اہل تثلیث کے دعوی اُلوہیت کیا یعنی لوگوں کو آپ نے عبادت کی طرف بلایا پس واجب القتل ٹھہرے بحکم مقدمۂ رابعہ اور وہ معجزات جو اناجیل میں مذکور ہیں اوّل تو ان کو مخالف نہیں مانتا ہے اور اگر مان بھی لے گا تو معجزات دلیل ایمان کے نہیں ہوسکتے ہیں چہ جائے آنکہ دلیل نبوت یا اُلوہیت ہوسکیں بحکم مقدمہ ثالثہ۔

پس معاذ اللہ یہود آپ کے قتل میں حق پر تھے۔اور کیا فرق ہے مسیح نصاری اور یہود میں کیونکہ مسیح تو ایک ہی تھے جس کی نصاری تصدیق کرتے ہیں اور یہود تکذیب۔

پس بے انداز شکر ہے اس خدائے واحد لاشریک کا جس نے بطفیل اپنے حبیب قریب حضرت سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم کو ایسے تہلکوں اور خرابیوں سے بچایا کہ ہم معتقد ہوئے اس بات کے کہ حضرت مسیح ابن مریم خدا کے سچے نبی اور مسیح موعود ہیں، دعویٰ اُلوہیت سے دست بردار اور افترائے اہل تثلیث سے سخت بیزار ہیں۔

ختم ہوا ترجمہ عبارت اظہار الحق کا اور نیز ختم ہوا یہ رسالہ فضل الٰہی سے۔

اب حقیر تمام بنی آدم کو دعوت اسلام کا پیغام پہنچا کر پادری عماد الدین صاحب سے ملتمس ہے کہ اگر آپ ان جوابات کو دیکھ کر نصرانیت سے توبہ وتبری فرمائیں اور سرنو ایمان لے آئیں تو فھو المراد والحمدللّٰہ علی ذلک۔

مقتضائے طلب تحقیق حق یہی ہے اور خدانخواستہ اگر قبولِ حق میں کچھ اِغماض اور اختیارِ توحید سے اِعراض ہو تو فضول بحث وجدال وقیل وقال سے ہاتھ اٹھائیں اور مجھے بھی تصدیع نہ بڑھادیں بلکہ اپنی حقیت پر اگر یقین رکھتے ہیں تو قطعی فیصلہ کی طرف راغب ہوکر خود تشریف لائیں اور اپنے کنبے کو مع بڑے بڑے پادریوں کے ہمراہ لے کر اس کم ترین اُمت محمدیہ کو بھی بلائیں تاکہ پھر دونوں فریق مل کر خدائے غفار وقہار سے گڑگڑا کر دعا مانگیں کہ جھوٹوں پر اس کی لعنت ہو پھر دیکھیں کہ اس میدان میں کس کا منہ کالا ہوتا ہے اور کس کا اُجلا۔فرقان حمید میں مکابرہ اور مجادلہ کرنے والوں سے اسی طرح پر مقابلہ کرنے کا حکم ہے:

فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَکُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ o (سورۂ آل عمران:۳/۶۱)

---

(۱) پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس بات میں کہ عیسیٰ بنی آدم نہیں ہے بعد اس کے کہ پہنچ چکا تجھ کو علم تو تُو کہہ آؤ بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان پھر دعا کریں اور لعنت ڈالیں اللہ کے جھوٹوں پر۔۱۲

اے قلوبِ منکسرہ کے جبر کرنے والے!

اے اپنی بے فرمانیوں کو دیکھ کر صبر کرنے والے!

میری کربت غربت پر رحم فرما اور میری سیئات کو حسنات سے بدلا اور مجھے مع اقارب و احبّا اُمت مرحومہ میں رکھ اور حشر کو لواے حمد کے تلے اٹھا اور فوز عظیم کو پہنچا۔

ربنا لا تواخذنا ان نسينا او اخطانا ، ربنا و لا تحمل علينا اصرا كما حملته على الذين من قبلنا ، ربنا و لا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا على القوم الكافرين . و صلى اللّٰه على خير خلقه سيد المرسلين محمَّد و آله وصحبه و أزواجه أمهات المؤمنين أجمعين . اللّٰهمَّ ارحمنا معهم برحمتك يا أرحم الرَّاحمين . آمين آمين آمين .

تــــمَّــــت

تاریخِ طبع زاد مولوی غلام نبی صاحب فیروز پوری شاگرد حضرت مؤلف صاحب

چومولانا جواب نغمہ نبوشت ۔۔۔ پسندیدند خاص و عام دیرا

فلک ہم آفریں کردہ نثارش ۔۔۔ ملک شد بہر تحسین نغمہ پیرا

خطابش کرد ہاتف سالِ تاریخ

جزاك اللّٰه فى الدارين خيرًا

۱۲۹۴ ھ

قال المولوی فضل الحق قصوری لتاریخ الکتاب تلمیذ جناب المولف

واللّٰه لما يصنف كنحوهٖ فى هذا الباب (۱) .

۱۲۹۴ ھ

---

(۱) بخدا اس باب میں ایسی کتاب ہرگز نہیں لکھی گئی ہے۔۱۲